تفسیر سورۂ مدثر

بین الاقوامی انقلاب کے اصول

سورۂ مزمل کے ساتھ ربط :

سورۂ مزمل میں شخصی۔۔۔۔۔ داخلی۔۔۔۔۔ انقلاب کا ذکر تھا۔ اور انفرادی فکر کی اصلاح کی گئی تھی۔ چنانچہ اس میں بالصراحت کہا گیا تھا کہ :

(۱) قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝

(۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝

(۳) وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَ اهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝

اس تعلیم کے مطابق حضرت نبی اکرم ﷺ لوگوں سے انفرادی طور پر ملتے رہے اور ان کو قرآنی انقلاب سے روشناس کراتے رہے۔ اس عرصے میں کچھ لوگ اس انقلاب کو قبول کر کے آپ کے ساتھ ہوگئے، وہ بھی ضمنی طور پر اسی طرح کام کرتے رہے۔ اسکے بعد آپ کو حکم دیا گیا کہ اس انفرادی انقلاب کو اجتماع میں لائیں۔ چنانچہ سورۂ مدثر میں حکم دیا گیا ہے کہ :

(۱) قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (اٹھ اور (لوگوں کو اس آنے والے انقلاب سے) ڈرا)۔

(۲) وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝ (خدا کی بزرگی کا اعلان کر) اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ قرآنی انقلاب اجتماع انسانی میں آجائے گا۔

(۳) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝ نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝ : یہ انقلاب تاریخ انسانی کے بہت عظیم الشان واقعات میں سے ہے۔ اور یہ ساری نوع بشر کے لئے ڈراوا ہے۔

اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس ڈراوے کو عوام تک پہنچانا مقصود ہے۔ چنانچہ اب نبی اکرم ﷺ نے علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور آپ عوام کو بیش از بیش تیزی کے ساتھ قرآنی انقلاب کی دعوت دینے لگے۔

سورۂ مدثر کا مضمون:

قرآنی انقلاب جامع انسانی انقلاب ہے۔ یعنی انسانیت اعلیٰ کے جملہ تقاضے پورے کرنے والا انقلاب ہے۔ اس لئے اس کی بنیاد جن اخلاق پر ہے، ان کی طرف شروع کی آیات (نمبر ۲۔۱۰) میں اشارہ کرنے کے بعد اس انقلاب کے مخالفین کی ذہنیت کا تجزیہ (Psyshological Analysis) نہایت عمدگی سے کیا گیا ہے۔ (آیات نمبر ۱۱۔۲۵) اور پھر دکھایا گیا ہے کہ دنیا میں یہ ذہنیت پیدا ہوجائے تو دوسری زندگی میں اس کا ظہور کس طرح ہوگا (آیات نمبر ۲۶۔۳۰)

اس کے بعد بتایا گیا ہے کہ قرآن کا عالمگیر انقلاب قومی اور بین الاقوامی منازل میں سے گزرے گا، تو اس کی کامیابی کے اسباب کیا ہوں گے (۳۶۔۴۹) اور جو لوگ اسے مان لیں گے، ان کی ذہنیت کیسی ہوگی اور جو نہ مانیں گے ان کی ذہنیت کیسی ہوگی، (آیات نمبر ۵۰۔۵۶) الغرض اس سورت میں قرآنی انقلاب کے اخلاق اور ابتدائی اصولوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور مخالفین کی ذہنیت کی تشریح کی گئی ہے اور اس انقلاب کی انتہائی کامیابی کی پیشگوئی کی گئی ہے۔

(۱) یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ○ (اے مدثر!)

مدثر کے معنی: لفظ مزمل کی تشریح کے دوران میں بیان کیا جاچکا ہے کہ موطا امام مالکؒ میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ایک نام الماحی بھی ہے، جس کے معنی خود حضرت نبی اکرم ﷺ نے بتائے ہیں کہ: "یَمْحُو اللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ" (یعنی میرے ذریعے سے اللہ کفر کو محو کرے گا) چنانچہ لغوی طور پر دثر کے معنی اهلك[1] (ہلاک کرنا) بیان کئے گئے ہیں، جو بالکل الماحی کے معنوں کے مترادف ہیں۔ پس مدثر کے معنی ہیں دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم و جور مٹانے والا۔ نبی اکرم ﷺ یہ کام ملت حنیفیہ یعنی حضرت ابراہیمؑ کے اصول حیات کے دوبارہ زندہ کرنے سے کریں گے، جو آپ کی گھٹی میں پڑی تھی، اور جس کے نمائندے قریش تھے۔

نبی اکرم ﷺ کی سیرت پر ایک نکتہ:

سیرت نبی (علیٰ صاحبھا التحیۃ والسلام) کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے، کہ آپ ملت حنیفیہ ابراھیمیہ کے قیام کے لئے طبعاً بے تاب تھے، آپ کی تربیت بھی قریش کے اونچے گھرانوں میں ہوئی۔ جن میں اس ملت کی اچھی

---

[1] المنجد اور الاقرب الموارد

اچھی باتیں باقی تھیں۔ [1] پھر وہ انقلاب کا زمانہ تھا فارس اور روم آپس میں لڑرہے تھے اور چاہتے تھے کہ دنیا کی اقوام کو اپنے قبضے میں لائیں۔ ان سیاسی اور جنگی حالات کا اثر قریش پر بھی پڑ رہا تھا۔ کیونکہ ان کے تجارتی تعلقات دونوں ممالک کے ساتھ تھے اور ان ملکوں میں ان کی کافی آمدورفت تھی۔ چنانچہ قریش کا سمجھدار طبقہ سیاسی میلانات کے لحاظ سے تین طبقوں میں تقسیم ہو گیا تھا:

(۱) ایک طبقہ قیصر کی طرف مائل تھا۔

(۲) دوسرا طبقہ کسریٰ ایران کی طرف مائل تھا۔

(۳) تیسرا طبقہ دونوں سے الگ تھا اور حنیفیت پر قائم تھا۔

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ طبعاً اس تیسرے گروہ کے سرگرم رکن تھے۔ یہ گروہ اگرچہ اقلیت میں تھا لیکن عرب پر قریش کی سیادت قائم کر کے آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ میں اس قسم کی قیادت کی طبعی خداداد استعداد بھی موجود تھی۔ آپ کو اس انقلاب میں کامیابی کے لئے جس ہدایت کی ضرورت تھی اور جس کے لئے آپ سرگرداں تھے (وَوَجَدَكَ ضَآلًّا) [2] وہ خداوند تعالیٰ نے فراہم کر دی (فَهَدٰى) [3]

آپ قرآن حکیم کے ذریعے سے دنیائے انسانیت میں جو انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں اس کا لازمی نتیجہ ہو گا کہ انسانی معاشرہ (سوسائٹی) میں سے ہر قسم کا ظلم خواہ وہ خدا اور بندوں کے تعلقات میں ہو یا فقط بندوں کے باہمی تعلقات میں یعنی روحانی ہو یا اقتصادی سب مٹادیا جائے گا۔ اور اس کی جگہ خدا کے ساتھ صحیح طریق پر تعلقات قائم کئے جائیں گے اور انسانیت میں معاشیات، معاشرت اور اقتصادیات میں ایک نظم جدید پیدا کیا جائے گا۔ اس انقلاب میں کسی خاص قوم یا ملک کی خصوصیت نہ ہو گی۔ بلکہ وسیع ترین معنوں میں عالمگیر اور ہمہ گیر ہو گا۔

اسلام کا جامع انقلاب:

دنیا میں اب تک جو انقلابات ہوئے ہیں، وہ سب کے سب جزوی انقلابات ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی عالمگیر اور جامع انقلاب نہیں ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری امام انقلاب ہیں۔ جن کی دعوت جامع عالمگیر انقلاب

---

[1] یہ خیال غلط ہے کہ قریش اور اہل عرب افریقہ کے وحشیوں کی طرح بالکل وحشی لوگ تھے جن میں کوئی انسانی خوبی باقی نہ رہی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ قریش اور اکثر اہل عرب میں ملت حنیفہ کا اچھا خاصہ حصہ باقی تھا۔ جیسے آج کل مسلمانوں کی تباہی کے باوجود ان میں اپنے بزرگوں کی بہت سی اچھی باتیں موجود ہیں (تفصیل کے لئے دیکھو حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۱۲۴)

[2] (خدا تعالیٰ نے تجھے سرگرداں پایا)۔

[3] (پھر ہدایت دی)

کے لئے ہے اور آپ نے اس جامعیت کا بہترین نمونہ سرزمین حجاز میں قائم کر کے دکھادیا۔ جسے دنیا اب تک اس حیثیت سے جانتی اور مانتی ہے۔ آپ کے انقلاب میں اس وقت کی مہذب اقوام کا بیشتر حصہ آگیا۔ اور سب کو خدمت انسانیت کے ایک نقطے پر جمع کر کے نہ صرف یہ کہ ان کے تعلقات ان کے خالق کے ساتھ درست کردیئے بلکہ ان کے آپس کے تعلقات بھی درست کردیئے۔ اب جب کبھی کوئی جماعت جامع بین الاقوامی انقلاب پیدا کرنا چاہے گی، اسے آپ ہی کے نقش قدم پر چلنا ہوگا۔ جو جماعت اس لائحہ عمل کے خلاف کوئی اور لائحہ عمل لے کر اٹھے گی، وہ یا تو سرے سے ناکام رہے گی یا صرف جزوی طور پر کامیاب ہوگی۔ چنانچہ فرانس، جرمنی، ترکی اور روس کے انقلابات اس اصول کی بیّن مثالیں ہیں۔ ان انقلابوں میں وہ جامعیت نہیں، جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے پیدا کردہ حجازی انقلاب میں تھی۔ جس نے بعد میں قیصر و کسریٰ کو بھی ہضم کرلیا۔

الغرض ہمارے نزدیک المدثر کے معنی ہیں "المھلک الکفر" یعنی انسانیت میں سے ہر قسم کا کفر (انکار) نکالنے والا۔ وہ انکار خواہ خدا کے حقوق کے متعلق ہو یا انسانوں کے حقوق کے متعلق، یہ انقلاب اس کفر کو انسانیت میں سے نکال باہر کرے گا۔

اس لفظ میں جو مبالغہ پایا جاتا ہے، وہ حضرت نبی اکرم ﷺ کا طبعی اور فطرتی عزم و استقلال ظاہر کرتا ہے، جو اس کفر کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے بارے میں ان کے دل میں پوشیدہ ہے۔

انقلاب میں اشاعت کی ضرورت :

(۲) قُمۡ : (اٹھ)

یعنی اے وہ کہ تو دنیائے انسانیت سے ہر قسم کا ظلم اور کفر مٹانے کا تہیہ اور پختہ عزم کئے ہوئے ہے، ہم سے ہدایت لے اور محنت سے کام کر۔ اور جن لوگوں تک تیری آواز پہنچ سکتی ہے، ان کو انسانی انقلاب کا یہ پیام سنادے۔ اور ایسے لوگ تیار کر جو یہ انقلابی تعلیم دوسرے لوگوں تک پہنچادیں۔ ایسے خاص لوگوں کی مرکزی قوت راتوں کو کھڑے ہو کر قرآن حکیم کی تعلیم پر تدبر کرنے ہی سے پیدا ہوسکتی ہے، جس کا ذکر سورۃ مزمل میں آچکا ہے۔ چنانچہ تجربے نے ثابت کردیا کہ اس شبانہ تعلیم نے وہ لوگ پیدا کردیئے، جنہوں نے اس انقلاب، کو فارس اور روم تک پہنچادیا۔ اور پھر آگے وہ لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اسے حبشیوں، ترکوں اور ہندیوں تک پہنچادیا۔ اب پھر یہ انقلاب پہلو بدل رہا ہے اور انشاء اللہ اس کی دعوت ہندوستان سے یورپ کی اقوام تک پہنچے گی۔

فَاَنۡذِرۡ (اور ڈرا)

قسم قسم کے ظلموں کی وجہ سے انسانیت جس تباہی کے غار کی طرف جا رہی ہے، اس سے لوگوں کو خبر دار کر دے۔ وہ غافل ہیں اور بے خبر۔ اگر وہ بیدار نہ ہوئے تو وہ اپنے ظلموں کے آپ ہی شکار ہو جائیں گے۔

انقلاب کا اصول اولین انسانی قانون سے بغاوت :

(۳) وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ (اور اپنے پروردگار کی بڑائی بول)

کوئی شخص اپنے گھر میں یا خاندان میں بڑا ۔۔۔۔ کبیر ۔۔۔۔۔ ہوتا ہے۔ کوئی اپنے شہر میں بڑا ہے، کوئی اپنی قوم یا بہت سی اقوام میں بڑا مانا جاتا ہے۔ لیکن تو ان میں سے کسی کو بڑا نہ مان، بلکہ صرف خداوند تعالیٰ کو بڑا مان ۔۔۔ گھر میں، خاندان میں، قوم میں اور تمام اقوام میں اس کے سوا کسی کو بڑا نہ مان۔ ہر جگہ اسی کی پادشاہی تسلیم کر۔ کوئی ایسی حکومت تسلیم نہ کر جو ،ایسے قانون کے ماتحت نہ ہو جو تمام انسانیت کے لئے یکساں ہو۔ خدا کی بزرگی کا اعلان ان معنوں میں کر کہ اس کے سوا کوئی کائنات کا مالک اور خالق نہیں۔ اس کا قانون تمام کائنات میں جاری ہے، اسی کا قانون نوع انسان میں جاری ہوگا۔ جب تو لوگوں کے سامنے خدا کی ہمہ گیر پادشاہی کا اعلان کرے تو کسی سے نہ ڈر۔ بلکہ جو لوگ خداوند قدوس کو چھوڑ کر اوروں کو اپنے اوپر حکمران مانتے ہیں ۔۔۔ مثلاً بزرگ، خاندان، سوسائٹی، پیر، استاد، حاکم، پادشاہ ۔۔۔ ان کو خبر دار کر دے، کہ ان کا یہ فعل انسانیت عامہ کے لئے مضرت رساں ہے۔ صحیح پوزیشن یہ ہے کہ جو شخص خاندان، شہر، قوم یا مجمع اقوام میں بڑا ہے، وہ اپنے آپ کو خدائے وحدہ لاشریک ہی کا نائب سمجھے اور صرف اسی حیثیت سے کام کرے۔ یہ وہ روح ہے جو حنیفیت، انسانی سوسائٹی میں پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یعنی وہ چاہتی ہے کہ انسانی معاشرے (سوسائٹی) میں سے ملوکیت (Imperialism) اور علمی سرمایہ داری (Brahmanism) کا قطعی خاتمہ کر دیا جائے اور ہر شخص کا خدا کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا کر کے اسے انسانیت کا خادم بنا دیا جائے۔

قرآنی سیاست کی تشریح :

قرآن حکیم نے اپنا قانون چلانے کے لئے جو سوسائٹی پیدا کی اس کا نام اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ (التوبہ) رکھا ہے۔ (یعنی مہاجرین اور انصار میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے لوگ اور وہ لوگ جنہوں نے ان سابقین کی خوبی کے ساتھ پیروی کی) یہ جماعت اپنے امور کا انتظام کرنے کے لئے اپنے میں سے ایک شخص کو بڑا مان لیتی ہے۔ اور اسے اپنا امیر قرار دے لیتی ہے۔ یہ امیر ان میں

قانون الٰہی کے ماتحت انتظام کرتا ہے۔ لیکن انتظام کی تمام طاقت حقیقت میں خود اس جماعت کے پاس رہتی ہے۔ یہ ہے وہ سیاست جو قرآن حکیم نے پیدا کی۔ چنانچہ حج کے موقع پر آج تک مسلمان یہ الفاظ کہتے ہیں کہ : اَلْحَمْدُ وَالنِّعْمَةُ لَكَ وَالْمُلْكُ لَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ (سب تعریف تیرے ہی لئے ہے اور سب نعمت کا تو ہی مالک ہے۔ حکومت صرف تیری ہی ہے اور اس میں تیرا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے)۔ قرآنی سیاست کے مطابق قوت رہنمائی ان لوگوں میں مرکوز ہوتی ہے، جو قرآن سب سے زیادہ جانتے ہیں اور سابقین اولین کی پیروی کرتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے لئے مشورہ واجب تھا:

امیر ان کے مشورے ہی سے کام کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ : وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران۔۱۵۹) ''اور ان سے تمام معاملات میں مشورہ کر لیا کر اور جب تو پختہ ارادہ کر لے تو پھر اللہ پر بھروسہ کر)'' علامہ جصاص الرازی الحنفی، اس آیت کی ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ مشاورت نبی اکرم ﷺ کے لئے اختیاری نہ تھی بلکہ واجب تھی۔

حضرت علیؓ کا نظریہ:

عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْمِ فَقَالَ مُشَاوَرَةُ اَهْلِ الرَّاْيِ ثُمَّ اتِّبَاعُهُمْ (حدیث۔ تفسیر ابن کثیر، در منثور عن ابن مردویہ)

یعنی حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آیت قرآنی فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ میں ''عزم'' سے کیا مراد ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا کہ امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورے کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد خداوندی ہے کہ : وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (شوریٰ۔۳۸) (یعنی مسلمان اپنے تمام معاملات میں باہمی مشورے سے کام کرتے ہیں)۔

حضرت عمرؓ کا نظریہ:

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ : لَاخِلَافَةَ اِلَّا عَنْ مَشْوَرَةٍ (حدیث۔ کنز العمال) یعنی خلافت بغیر مشورے کے خلافت نہیں رہتی۔

الغرض وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کسی دوسرے انسان کو اپنے اوپر حاکم نہ مانے خواہ وہ کوئی ہو۔ یہ حق صرف حق سبحانہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہے۔ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (حدیث) (جس بات میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہو اس میں کسی کی اطاعت انسان پر واجب نہیں ہے) اس لئے تمام حاکم اس کے نائب بن کر اس کا حکم چلا سکتے ہیں اور بس۔

جو جماعت اب حقیقی مالک کے سوا کسی دوسرے کی غلامی میں مبتلا ہو گئی ہو اور اس کا قانون ماننے پر مجبور ہو گئی ہو، اس کی حالت تبدیل کرنے کے لئے سب سے پہلا اصول کار یہ ہے کہ اس کے ذہن میں بٹھایا جائے کہ اس ایک کارساز حقیقی کو تمام کائنات اور تمام انسانیت کو قانون دینے والا مان لے۔ کیونکہ وہی ایسے قوانین دے سکتا ہے جن میں افراد، جماعات اور اقوام بلکہ ساری نوع انسانی کے مفادات اور فطرت کا خیال رکھا گیا ہو۔ وہ جماعت ہر ایسی طاقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دے جو اس منبع قانون کے ماتحت رہ کر ضمنی قواعد (Bye-laws) نہیں بناتی۔

پس انقلاب کا پہلا مثبت نظریہ یہ ہے کہ غیر صالح نظام (Unhealthy Social Structure) کی جگہ صالح نظام (Healthy Social Structure) قائم کیا جائے جس کی خشت اولیں یہ ہو کہ خدا تعالیٰ ہی سب سے بزرگ و برتر ہے اور کائنات اور نوع انسانی کے لئے قانون کا منبع ہے۔

خضوع یا اخبات الی اللہ :

حکمت ولی اللھی میں اسے خصلت خضوع یا اخبات کہتے ہیں، اس کی قدرے تفصیل یہ ہے کہ انسان اپنے آباؤ اجداد، مرشدین، معلّمین اور صالح حکام کی تعظیم کرتا ہے اور جب ان کے سامنے جاتا ہے تو اپنے قلب میں ایک قسم کا عجز اور ان کے لئے ایک خاص قسم کی محبت اور عزت کے جذبات پاتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ بزرگ مجھے کوئی حکم دے تو میں فوراً اُس کی تعمیل کر کے اسے خوش کروں۔ اس احساس کا نام اخبات ہے۔

اس جذبے کا نفسیاتی تجزیہ :

اگر انسان کائنات کی ساخت پر غور کرے اور اس کے عجائبات پر فکر و تدبر کرے تو وہ خدا تعالیٰ کے لئے اپنے دل میں خضوع کا جذبہ محسوس کرتا ہے، جس میں وہ کسی کو شریک کرنا نہیں چاہتا۔ اب وہ اپنے آباؤ اجداد، مرشدین و معلّمین اور صالح حکام کی اطاعت کو بھی اسی خضوع کے ماتحت لے آتا ہے۔ مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ میرے بزرگوں کا حکم خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہے تو اس کی اطاعت کرتا ہے اور اگر اسے خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف پاتا ہے تو

اطاعت نہیں کرتا۔ ایسے ہی وہ اپنے بادشاہوں اور حاکموں کے حکموں کو جانچتا ہے، ان کی اطاعت اسی حد تک کرتا ہے جس حد تک وہ خدا تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں۔ وہ اپنے بزرگوں اور حاکموں کی اطاعت اور نافرمانی کو "تقرب الی اللہ" کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

یہ اخبات الی اللہ انسانیت کا ایک طبعی جذب ہے اور انسان کا ایک بنیادی خلق ہے۔

لباس کی پاکیزگی :

(۴) وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اور اپنا لباس پاک رکھ)

اس انقلاب کے لئے کوئی خاص نشان (Emblem) یا وردی (Uniform) کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ یہ بین الاقوامی انقلاب ہے، جو ہر قوم میں ظاہر ہوگا۔ البتہ ایک شرط ہے وہ یہ کہ لباس پاک ہو اور اخلاق کی پاکیزگی میں مدد دینے والا ہو۔

اس کا نتیجہ :

لباس کی پاکیزگی بدن اور بیرونی ماحول کی پاکیزگی کو چاہتی ہے۔ بدن انسانی بعض چیزوں کو طبعاً نجاست میں تبدیل کردیتا ہے، جیسے بول و براز، اور ان غلاظتوں سے نفرت کرنا بھی انسان کا طبعی خاصہ ہے۔ انسان ان نجاستوں سے پاک ہو کر ایک قسم کی فرحت اور انبساط اپنے نفس کے اندر پاتا ہے، اس احساس کا نام طہارت ہے جو حکمت ولی اللّٰہی میں انسانیت کا ایک بنیادی خلق ہے۔

نفسیاتی نجاستوں سے اجتناب :

اسی طرح انسانی نفسیاتی غلاظتوں یعنی جوش، غضب، بھوک، پیاس اور دیگر شہوات وغیرہ سے طبیعت کو پاک کرلے تو بھی ایک قسم کا سکون اور سرور محسوس کرتا ہے۔ جو ان حالتوں کی موجودگی میں نہیں ہوتا، ایسے ہی برے کلام، برے فکر اور برے فعل سے صحت مند انسان کو طبعی انقباض محسوس ہوتا ہے جسے وہ صحت مزاجی کے لئے دور کرنا ضروری سمجھتا ہے۔

اس کا نتیجہ : انسان خلق اور طہارت میں کمال حاصل کرلے تو وہ عالم مثال کی قوتوں سے ملحق ہو جاتا ہے۔ اور اپنے نفس میں ایک قسم کی مستقل مسرت محسوس کرتا ہے اس سے اخبات الی اللہ کو تقویت ہوتی ہے۔

انقلاب صالح کی دوسری مد :

لباس کی پاکیزگی جیسے اوپر بیان کیا جاچکا ہے، بدن اور ماحول کی پاکیزگی کو ضروری قرار دیتی ہے۔ پس جو جماعت انقلاب قائم کرنے کی کوشش کرے وہ اس سہ گانہ پاکیزگی کو لازم جانے۔ تمام ترقی کن جماعتیں طہارت کی حامل ہوتی ہیں اور جب وہ طہارت کے بلند مقام سے گرجاتی ہیں تو ارتجاع (Reaction) میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

قومی پیمانے پر پاکیزگی کا التزام قومی مزاج کی صحت کی علامت ہے۔

باطنی پاکیزگی :

(۵) وَالرُّجْزَفَاهْجُرْ (اور گندگی سے دور رہ)

ظاہری پاکیزگی کے ساتھ باطنی پاکیزگی کا بھی خیال رکھ۔ اس ناپاکی سے بھی نفرت کر۔

امام الائمہ کے نزدیک برائی۔۔۔ اثم۔۔۔ کا معیار شخصی نہیں بلکہ نوعی تقاضا ہے۔ برائی وہ فعل ہے جسے عام تندرست انسانیت قبول کرنے سے انکار کردے۔ چنانچہ امام ولی اللہ سعادۃ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :

اِعْلَمْ اَنَّ لِلْاِنْسَانِ كَمَالاً تَقْتَضِيْهِ الصُّوْرَةُ النَّوْعِيَّةُ وَكَمَالاً يَقْتَضِيْه مَوْضُوْعُ النَّوْعِ مِنَ الْجِنْسِ الْقَرِيْبِ وَالْبَعِيْدِ وَسَعَادَتُهُ الَّتِيْ يَضُرُّهٗ فَقْدُهَا وَيَقْصُدُهَا اَهْلُ الْعُقُوْلِ الْمُسْتَقِيْمَةِ قَصْداً مُؤَكَّداً هُوَ الْاَوَّلُ (حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۵۰)

(یعنی واضح رہے کہ انسان میں دو قسم کے کمالات ہو سکتے ہیں۔ ایک تو وہ جو اس کی صورت نوعیہ کے تقاضے سے پیدا ہوئے۔ دوسرے وہ جو اس کی جنس قریب (یعنی حیوانیت) اور جنس بعید (یعنی جمادیت) تقاضا کرتی ہے، لیکن سعادۃ جس کی عدم موجودگی سے انسان کو نقصان پہنچتا ہے اور جسے ہر صاحب عقل سلیم حاصل کرنے کی پوری پوری کوشش کرتا ہے وہ اول الذکر ہے (یعنی نوعی تقاضے کے مطابق)۔

پس شقاوت (بدبختی اور برائی) وہ ہوگی جو انسان کے نوعی تقاضے کے خلاف ہو۔ اسے قرآن حکیم کی اصطلاح میں منکر قرار دیا گیا ہے۔ انسانیت کے اندر یہ برائی خواہ شہنشاہیت (Imperialism) کے ذریعے سے آئی ہو، یا ناتسیت (Nazi-ism) کے ذریعے سے، یا کسی اور ازم (Ism) کے ذریعے سے، اسے قبول کرنے سے یکسر انکار کردینا، انقلاب برپا کرنے والی جماعت کے لئے لازم ہے۔

انقلاب صالح کی تیسری مد :

پس انقلاب برپا کرنے والی پارٹی کے پروگرام کی تیسری مد (Item) یہ ہے کہ وہ غیر صالح نظام کی روح کو

بھی قبول نہ کرے۔ حکمت ولی اللھی کی اصطلاح میں اسے سماحت کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت امام الائمہ اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: اصل ایں ہمہ خصلت (یعنی شعبہ ہائے سماحت کہ مذکور شدہ (ناقل) یک چیز است وآں غالب بودن رائے کلی بر دواعی خسیسہ، بہیمیہ واز مباشرت اشباح و شعب ایں خصال۔ الخ (ہمعات: ہمعہ ۱۷)

''یعنی سماحت کے تمام شعبوں کی اصل بنیاد ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ بہیمیت اور اس کی تمام شکلوں پر انسان کے نوعی تقاضے (رائے کلی) غالب رہیں''۔

انتفاع کا امتناع:

(٦) وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ (اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ زیادہ چاہے)

جب تو کسی پر احسان کرے، تو اپنے حق سے زیادہ معاوضہ طلب نہ کر۔ یہ خُلق عدالت کے منافی ہے۔ مثلاً یہ جائز نہیں کہ تو ان کو جو تعلیم دیتا ہے، اس کا اجر طلب کرے اور اپنے لئے مال و دولت جمع کرے۔ اپنے کسی مزدور کو چار آنے دے کر اس سے دس آنے کا کام لینا انسانیت سے گری ہوئی بات ہے۔ آج سرمایہ دار طبقہ اپنی آمدنی میں محتاجوں کا حق سمجھتا ہی نہیں، بلکہ وہ مزدوروں کو اسی کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے مزدوروں کو کام پر لگا رکھا ہے اور انہیں بھوکوں مرنے سے بچاتا ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ مزدوروں کو صرف اتنی خوراک دیتا ہے جس سے وہ مریں نہیں اور سرمایہ پرست کے سرمائے میں اضافہ کرنے کے لئے زندہ رہیں۔ کوئی انقلابی جماعت اس قسم کے ظلم کو برداشت نہیں کر سکتی، اس لئے دوسرے انسان کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھانا اور قدر زائد (Surplus Value) پیدا کرنا تو ایک طرف رہا، ایسا احسان کرنے کی بھی ممانعت کر دی جس کا بدلہ زیادہ لینے کی خواہش ہو۔

انقلاب کا بنیادی اصول:

انقلاب صالح کا بنیادی اصول یہ ہے کہ انسانیت کو ظلم و ستم سے محفوظ کر کے، اس میں رفاہ عامہ کے ادارے قائم کئے جائیں، نہ کہ اپنے انتفاع (Exploitation) کا صیغہ کھول لیا جائے۔ اگر باپ اپنے بیٹے سے یا استاد اپنے شاگرد سے حد سے زیادہ کام لینے لگ جائے گا تو بیٹا یا شاگرد نافرمان ہو جائے گا۔ ایسے ہی اگر حکومت رعایا سے حد سے زیادہ فائدہ حاصل کرنا شروع کر دے گی تو سلطنت درہم برہم ہو جائے گی۔

سرمایہ پرستانہ نظام کی بربادی کے اسباب

شاہ ولی اللہ کے نظریات :

کسی نظام حکومت کی بربادی کے عموماً دو ہی سبب ہوا کرتے ہیں یعنی حکام کی عیاشی اور کام سے گریز اور ٹیکسوں کی بھرمار۔ چنانچہ حجتہ الاسلام امام ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ :

وَغَالِبُ سَبَبِ خَرَابِ الْبُلْدَانِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ شَيْئَانِ اَحَدُهُمَا تضييقهُمْ عَلٰى بَيْتِ الْمَالِ بِاَنْ يَّعْتَادُوا التَّكَسُّبَ بِالْاَخْذِ مِنْهُ عَلٰى اَنَّهُمْ مِنَ الْغُزَاةِ اَوْ مِنَ الْعُلَمَاءِ الَّذِيْنَ لَهُمْ حَقٌّ فِيْهِ اَوْ مِنَ الَّذِيْنَ جَرَتْ عَادَةُ الْمُلُوْكِ بِصِلَتِهِمْ كَالزُّهَادِ وَالشُّعَرَاءِ، اَوْ بِوَجْهٍ مِّنْ وَجُوْهِ التَّكَدِّیْ وَيَكُوْنُ الْعُمْدَةُ عِنْدَهُمْ هُوَ التَّكَسُّبُ دُوْنَ الْقِيَامِ بِالْمَصْلِحَةِ فَيَدْخُلُ قَوْمٌ عَلٰى قَوْمٍ فَيَنْغُصُوْنَ عَلَيْهِمْ وَيَصِيْرُوْنَ كَلًّا عَلَى الْمَدِيْنَةِ وَالثَّانِیْ ضَرْبُ الضَّرَائِبِ الثَّقِيْلَةِ عَلَى الزُّرَّاعِ وَالتُّجَّارِ وَالْمُتَحَرِّفَةِ وَالتَّشْدِيْدِ عَلَيْهِمْ حَتّٰى يُفْضِیَ اِلٰى اِجْحَافِ الْمُطَاوِعِيْنَ وَاسْتِئْصَالِهِمْ وَاِلٰى تَمَنُّعِ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ وَبَغْيِهِمْ۔ وَاِنَّمَا تَصْلُحُ الْمَدِيْنَةُ بِالْجِبَايَةِ الْيَسِيْرَةِ وَاِقَامَةِ الْحَفَظَةِ بِقَدْرِ الضَّرُوْرَةِ فَلْيَتَنَبَّهْ اَهْلُ الزَّمَانِ لِهٰذِهِ النُّكْتَةِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد اول ص ۴۵)

یعنی ”آج کل جو شہر برباد ہو رہے ہیں، تو اس کے دو بڑے سبب ہیں :

(۱) **ناحق مال بٹورنا**: لوگ سرکاری بیت المال کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ اور مختلف بہانوں سے روپیہ اینٹھتے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ہم سپاہی ہیں، ہمیں پنشن ملنی چاہئے۔ یا ہم زمرہ علماء سے ہیں ہمیں کوئی جاگیر وغیرہ ملنی چاہئے، یا وہ لوگ زاہد اور شاعر کی حیثیت سے آتے ہیں جن کو صلہ دینا بادشاہوں کی عادت میں داخل ہے یا اسی قسم کے اور بہانے بناتے ہیں۔ اور اس طرح وہ بیت المال میں سے روپیہ حاصل کرتے ہیں۔ وہ بیت المال سے مشاہرے تو حاصل کرتے ہیں، لیکن اس کے عوض میں کوئی کام نہیں کرتے۔ رفتہ رفتہ اس قسم کے لوگوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اور پھر وہ ایک دوسرے کے لئے تنگی کا باعث ہو جاتے ہیں اور شہر پر بار بن جاتے ہیں۔

(۲) **گراں بار ٹیکس**: شہروں کے برباد ہونے کا دوسرا سبب یہ ہوتا ہے کہ حکام کاشتکاروں، تاجروں اور پیشہ وروں پر بھاری بھاری ٹیکس لگاتے ہیں۔ اور ان کی وصولی کے لئے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جو لوگ بخوشی ٹیکس ادا کرتے ہیں ان کا استیصال کر ڈالتے ہیں اور جو لوگ سخت ہوتے ہیں وہ ٹیکس ادا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں اور بغاوت اختیار کر لیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شہر، آسان ٹیکسوں اور ضرورت کے مطابق محافظین کا رمقرر کرنے ہی سے اچھا رہ سکتا ہے۔ ہمارے زمانے کے لوگ اس نکتے سے تنبیہ حاصل کریں۔“

ایک اور جگہ رومی اور ایرانی ملوکیتوں کی حالت قلمبند فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

کسریٰ و قیصر کی تباہی کی مثال :

اعلم ان العجم والروم لما توارثوا الخلافة قرونا كثيرة وخاضوا فى لذة الدنيا ونسوا الدار الأٰخرة واستحوذ عليهم الشيطان تعمقوا فى مرافق المعيشة وتباهوا بها وورد عليهم حكماء الأٰفاق يستنبطون لهم دقائق المعاش و مرافقة فما زالوا يعملون بها ويزيد بعضهم على بعض ويتباهون بها حتى قيل انهم كانوا يعيرون من كان يلبس من صناديدهم منطقه اوتاجا قيمتها دون مائه الف درهم اولا يكون له قصر شامخ و آبزن و حمام وبساتين ولايكون له دواب فارهه و غلمان حسان ولايكون له توسع فى المطاعم و تجمل فى الملابس و ذكر ذلك يطول و ماتراه من ملوك بلادك يغنيك عن حكاياتهم فدخل كل ذلك فى اصول معاشهم وصار لايخرج من قلوبهم الا ان تمزع۔ وتولد من ذالك داءعضال دخل فى جميع اعضاء المدينه و آفٰه عظيمه لم يبق منهم احد من اسواقهم ورستاقهم وغنيهم و فقيرهم الاقد استولت عليه واخذت بتلابيبه وعجزته فى نفسه واهاجت عليه غموما وهموما لا ارجاءلها ذلك ان تلك الاشياءلم تكن لتحصل الابذل اموال خطيرة ولا تحصل تلك الاموال الابتضعيف الضرائب على الفلاحين ولتجارو اشباههم والتضييق عليهم فان امتنعوا قاتلوهم وعذبوهم وان اطاعوا اجعلوهم منزلة الحمير والبقر يستعمل فى النضح والدياس والحصادو لاتقتنى الالستعان بها فى الحاجات۔ ثم لاتترك ساعه من العناءحتى صاروا لا يرفعون رؤسهم الى السعادہ الاخرويه اصلا و لا يستطيعون ذلك۔ وربما كان اقليم واسع ليس فيهم احديهمه دينه۔ ولم يكن ليحصل ايضا الابقوم يكتسبون بتهيئه تلك المطاعم والملابس والابنيه وغيرها ويتركون اصول المكاسب التى عليها بناءنظام العالم۔ وصار عامة من يطوف عليهم يتكلفون محاكة الصناديد فى هٰذہ الاشيآءِ والالم يجدو عندهم حظوة ولا كانوا عندهم علىٰ بال وصار جمهور الناس عيالاً على الخليفه يتكففون منه تارة علىٰ انهم من الغزاة والمدبرين للمدينه يترسمون برسومهم ولا يكون المقصود دفع الحاجة ولكن القيام بسيرة سلفهم وتارة علىٰ انهم شعرآءُ جرت عادة الملوك بصلتهم وتارة علىٰ انهم زهاد وفقرآء يقبح من الخليفة ان لا يتفقد حالهم فيضيق بعضهم بعضاً وتوقف مكاسبهم علىٰ صحبة الملكوك والرفق بهم وحسن المجاورة معهم والتملق منهم وكان ذٰلك هو الفنّ الّذى تتعمّق افكارهم فيه وتضيع اوقاتهم معهٗ

(حجۃ اللہ البالغہ، ص: ١٠٥۔١٠٦)

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیاوی لذتوں میں منہمک ہوگئے اور آخرت کو بھلادیا اور ان پر شیطانیت غالب آگئی تو ان کی زندگی کا مقصد عیش پسندی بن گیا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے سے علماء اور حکماء ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے جو ان کے لئے سامان عیش اور نرمی کے مختلف حیلے تراشنے لگے، اور ایک دوسرے پر فضیلت حاصل کرنے لگے اور دنیاوی ساز وسامان پر ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے، حتی کہ ان امراء اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہوگیا کہ جس کے پاس ایک لاکھ درہم کی مالیت کی پگڑی یا ٹوپی ہوتی تو اسے بخیلی کا عار دیا جاتا تھا۔ اسی طرح عالی شان محل اور

حمام اور باغ، سواری کے نمائشی جانور خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے دیں۔ اور صبح وشام اسی عیاشی میں ہی گذارنے لگے۔ اب آپ جو اپنے باشاہوں کی حالت دیکھتے ہو ان کا قیاس کرنے کے لئے وہ کافی ہے۔

ان ملوک اور امراء کے طور طریقے عام زندگی میں نظام معاش کے اصول بن گئے اور سوسائٹی سے ان خرابیوں کا نکالنا ناممکن ہو گیا۔ اس کی ایک ہی صورت رہ گئی کہ یہ اطوار کھرچ کھرچ کر لوگوں کے دلوں سے نکال دی جائیں۔ ان کی ان عیاشیوں سے بہت خطرناک بیماریاں پیدا ہو گئیں اور وبا کی طرح پوری معاشرے میں سرایت کر گئیں۔ اور اس سے نہ شہری بچ سکا نہ دیہاتی، نہ امیر بچ سکا اور نہ غریب اور ہر شخص ان خرابیوں کے اصلاح سے عاجز آگیا۔ اور مالی مصائب مبتلا ہو گیا۔

اور حکمرانوں کی وہ عیاشیاں بی تحاشا دولت خرچ کئے بغیر ناممکن تھیں۔ اور وہ مال کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور ٹیکس بڑہانے کے سوائے حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کرتے۔ اگر وہ ٹیکس نہ دیتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور ان پر ظلم کیا جاتا۔ اگر وہ خاموشی سے ٹیکس ادا کرتے تو ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچادیا جاتا، جن سے آب پاشی، فصل کاٹنے اور گھاہنے کا کام لیا جاتا ہے، اور ان کو اپنے ہی نفع کے لئے زندہ رکھا جاتا۔

اس تنگ حالی کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنے بچوں کے پیٹ پالنے کے سوائے اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے اور سعادت اخروی کے متعلق سوچ ہی نہیں سکتے۔ اور رفتہ رفتہ ان میں کوئی نہیں رہتا جو مادی اسباب سے اوپر نگاہ اٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصول حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

اس وقت بعض لوگ ان عیش پسند حکمرانوں کے لئے طرح طرح کے کھانے، لباس، فاخرہ اور عیاشی میں ملا دینے والی دوائیں تیار کرنے اور عالیشان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرتے ہیں اور کمانے کے پیشوں کو چھوڑ دیتے ہیں، جن پر کائنات کا نظام چل رہا ہے۔

اور بادشاہوں کے بعد ان کے درباریوں میں بھی یہ عادت آجاتی ہے اور اس کے سوائے ان کو عزت اور احترام کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور نہ ان کی درباریوں میں قدر ہوتی ہے۔ اسی سے رفتہ رفتہ سب لوگوں کا بار کفالت حکمران پر پڑ جاتا ہے اور اسی سے وظیفہ طلب کرنے میں لگ جاتے ہیں، ایک طبقہ جہاد کے بغیر وظیفہ لیتا ہے، دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے وظیفہ لیتا ہے۔ وہ خود تو اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کر سکتے صرف اپنے سرپرستوں کے نام سے کھاتے ہیں۔

اور ایک طبقہ بادشاہوں کی قصیدہ خوانی کر کے اپنی روزی کماتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر لٹتا رہتا ہے، ان لوگوں کا تعداد بڑھنے سے وہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگی کا سبب بن جاتے ہیں اور کسب معاش کے بہترین ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ معاش بادشاہوں کی مصاحبت، چرب زبانی اور چاپلوسی رہ جاتی ہے اور اپنی فکر کے افکار ان فنون لطیفہ میں دقیقہ سنجی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں۔ اور اس میں ہی اپنے اوقات ضایع کرتے ہیں۔

ایرانیوں اور رومیوں کی عیاشی :

جب ایرانیوں اور رومیوں کو حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور دنیوی تعیش کو انہوں نے اپنی زندگی بنالیا اور آخرت تک بھلا بیٹھے اور ان پر شیطنت غالب آگئی، تو اب ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں منہمک ہو جائیں۔ چنانچہ ان میں ہر ایک شخص داد عیش دینے لگ گیا اور اس پر اترانے لگا۔ یہ دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے گوشے سے علماء اور حکماء ان کے ارد گرد جمع ہونے لگ گئے، جو ان کے لئے سامان عیش مہیا کرنے کے عجیب عجیب دقیقہ سنجیوں اور نکتہ آفرینیوں میں مصروف نظر آنے لگے۔ اور اس سلسلے میں ایک دوسرے پر فوقیت حاصل کرنے کی کوشش اور ان ایجادوں پر فخر کرنے لگے، حتیٰ کہ ان امراء اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہوگیا کہ جس کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا پٹکا یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخیلی کا عار دلایا جاتا تھا۔ ایسے ہی انہوں نے عالی شان سر بفلک محل، آبزن اور حمام، بے نظیر پائیں باغ، سواری کے نمائشی جانور، خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے لیں۔ اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں، جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دستر خوانوں پر جمے ہوں اور خود لباس فاخرہ پہنے ہوئے ہوں۔

اٹھارویں صدی کی دلی کی حالت :

الغرض ان ملوک ایران و روم کی یہ داستان کہاں تک بیان کی جائے! تم اپنے زمانے کے پادشاہان دہلی کی جو حالت دیکھتے ہو وہی ان ملوک ایران و رومیہ کی حالت کا قیاس کرنے کے لئے بالکل کافی ہے۔ ان ملوک و امراء کی زندگی کے یہ طور طریقے رفتہ رفتہ عوام کے نظام معاش کے اصل اصول بن گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ سوسائٹی میں سے ان خرابیوں کا استیصال ناممکن ہوگیا۔ اس کی یہی ایک صورت باقی رہ گئی کہ ممکن ہو تو یہ چیزیں کھرچ کھرچ کر لوگوں کے دلوں میں سے نکال ڈالی جائیں۔ پادشاہوں اور امیروں کی اس طرح عیاشانہ زندگی بسر کرنے سے بہت سے خطرناک امراض پیدا ہوگئے، جو حیات معاشری (Social Life) کے ہر شعبے میں داخل ہوگئے اور یہ حالت ایسی ہمہ گیر ہوگئی کہ وبا کی طرح ساری مملکت میں سرایت کر گئی اور اس سے نہ بازاری بچا، نہ دہاتی۔ نہ امیر محفوظ رہا نہ غریب، یہاں تک کہ ہر شخص اس کی خرابیاں دیکھ کر مگر علاج نہ پا کر عاجز آگیا۔ اور بے حد و نہایت مالی مصائب میں مبتلا ہو گیا۔

ٹیکسوں کی بھرمار :

اس ہمہ گیر مالی مصیبت کا سبب یہ تھا کہ یہ سامان عیش کثیر دولت صرف کئے بغیر حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ اور مال

خطیر کاشتکاروں اور تاجروں وغیرہ پر نئے ٹیکس لگانے اور پہلے کے لگے ہوئے ٹیکس بڑھانے کے سوا حاصل نہ ہو سکتا تھا، پھر ان لوگوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے ٹیکس وصول کئے جاتے تھے اور اگر ٹیکس دینے سے انکار کرتے تو ان کے خلاف فوجی کارروائی کی جاتی اور انہیں گرفتار کر کے طرح طرح سے عذاب دیا جاتا تھا اور اگر وہ اطاعت شعاری کے ساتھ ٹیکس ادا کرتے رہتے تو ان سے ٹیکس وصول کرتے کرتے ان کو گدھوں اور بیلوں کے درجے پر پہنچا دیا جاتا۔ جن سے آبپاشی، فصل کاٹنے اور گاہنے کا کام لیا جاتا ہے اور جن کو صرف اس لئے زندہ رکھا جاتا ہے کہ ان سے حاجت براری کی جاتی ہے۔

عوام کی حالت :

اس تنگ حالی اور بے سروسامانی کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ عوام ٹیکس ادا کرنے اور اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے کمانے کے سوا اور کوئی کام کر ہی نہیں سکتے، چہ جائیکہ سعادت اخروی کے متعلق کچھ سوچ سکیں۔ اور رفتہ رفتہ ان میں سے اس طرح فکر کرنے اور سوچنے کا مادہ ہی فنا ہو جاتا ہے اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بڑے وسیع ملک میں ایک شخص بھی ایسا نہیں رہتا کہ وہ مادی اسباب کے حصول سے اوپر نظر اٹھا کر غیر مادی کائنات کے اصول حیات کے مطابق بھی کوئی حرکت کر سکے۔

انسانی معاشرہ پر خطرناک اثر :

اس فاسد معاشی نظام میں سامان عیاشی جہاں مال خطیر کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے، وہاں ان کے حصول کے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ بعض لوگوں کو ان عیاشیوں کے لئے طرح طرح کے کھانے اور عیاشی میں مدد دینے والی دوائیں تیار کرنے اور لباس فاخرہ ایجاد کرنے اور عالیشان محلات بنانے کے پیشے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ پیچھے رہ جاتے ہیں۔ جن پر انسانی معاشرے (Human Society) کی ہستی کا مدار ہے۔

یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیروں کے طبقے ہی میں بند نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان امیروں سے پڑتا ہے، اپنے امیر آقاؤں کی ریس کرنے لگ جاتے ہیں۔ ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں میں قدر ہوتی ہے۔

بیکاری کی مصیبت :

اس طرح رفتہ رفتہ امیر و غریب سب لوگوں کا بار کفالت پادشاہ پر آپڑتا ہے اور وہ اس سے روزینہ طلب کرتے

ہیں۔ مثلاً ایک طبقہ تو جہاد کئے بغیر مجاہد باپ دادا کے نام سے وظیفہ خوری کرتا ہے۔ دوسرا طبقہ مدبرین مملکت کے نام سے پل رہا ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ خود اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کرتے صرف اپنے باپ دادا کے نام کو کھاتے ہیں۔ ایک گروہ بادشاہ اور امراء کی قصیدہ خوانی کر کے ان کے خوان کرم سے زلہ ربائی کرتا ہے۔ کوئی صوفی اور فقیر بن کر دعا گوئی کے بہانے مالی استحصال کرتا ہے۔

پھر ان لوگوں کی تعداد بڑھنے لگتی ہے، یہاں تک کہ ایک دوسرے کے لئے معاشی تنگ حالی کا موجب بن جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کسب معاش کے بہترین مفید ذرائع کے بجائے ان لوگوں کا ذریعہ معاش امراء کی مصاحبت اور ندیمی چرب زبانی اور چاپلوسی رہ جاتا ہے۔ اور اب اہل فکر کے افکار انہی "فنون لطیفہ" میں دقیقہ سنجی کرنے میں وقف ہو جاتے ہیں اور وہ انہی میں اپنے اوقات عزیز ضائع کرنے لگ جاتے ہیں۔"

یہ وہ حالت ہے جب دنیا میں انقلاب آتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جب قرآن نے انقلاب کی دعوت دی۔

انقلاب کے لئے استقامت کی ضرورت :

(۷) وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ (اور اپنے رب پر صبر کر)

صاحب اقتدار لوگ جن کے مستقل مفادات (Vested Interests) کو اس ''انسانی'' پروگرام سے زک پہنچنے کا اندیشہ ہوگا، وہ اپنی طرف سے انتہائی کوشش کریں گے کہ تمہیں اس پروگرام سے ہٹادیں، لیکن تم قرآن کے اس بین الاقوامی پروگرام پر ڈٹے رہو۔ ہر مصیبت کا استقلال کے ساتھ مقابلہ کرو، اور کسی لالچ یا دھمکی میں نہ آؤ۔ اگر مخالفین تمہیں انقلاب کی تعلیم سے باز رکھنے کے لئے مشروط طور پر حاکم بھی بنانے کے لئے تیار ہو جائیں تو بھی یہ 'اعزاز' قبول نہ کرنا اور اگر تمہیں دھمکیاں دیں تو خدا پر بھروسہ رکھ کر کام جاری رکھنا اور اسی کوشش میں لگے رہنا کہ تمہارے رب کا قانون نافذ ہو۔

خلاصہ : حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو حکم دیا گیا تھا کہ "قُمْ فَأَنذِرْ" (اٹھ کر ان لوگوں کو ڈراؤ) اس کی تفصیل ختم ہوگئی اور "ڈرانے" کا مقصد واضح کر دیا گیا یعنی :

(۱) خداوند تعالیٰ ہی کو تمام طاقتوں سے بالاتر تسلیم کرو۔

(۲) ہر قسم کی ظاہری طہارت (پاکیزگی) اختیار کرو۔

(۳) اخلاق و اعمال اور خیالات کی پاکیزگی اختیار کرو۔

(۴) انتفاع پسندی سے باز رہو۔

(۵) اللہ اور صرف اللہ پر بھروسہ کرو۔

اس انداز کے معنی یہ ہیں کہ اخلاق اربعہ۔۔۔۔۔ اخبات، طہارت، سماحت اور عدالت۔۔۔۔۔ اختیار کرو۔ ورنہ تباہ ہو جاؤ گے، جو لوگ اس انقلاب کی مخالفت کریں گے وہ بچ نہیں سکتے۔

قرآن کے انذار کا نتیجہ :

اس انذار (ڈراوے) کے اعلان کے بعد دو قسم کے لوگ ہو جائیں گے۔

(۱) انکار کرنے والے۔ (۲) ماننے والے۔

اب پہلے نہ ماننے والوں کا حال بیان کیا جائے گا، اس کے بعد ماننے والوں کی کامیابی کی کیفیت بیان کی جائے گی۔

جو لوگ اس انذار کی مخالفت کرتے ہیں ان کے درجے مختلف ہوں گے۔

(۱) ایک آدمی اسے سن تو لیتا ہے لیکن وہ اسے سمجھتا نہیں، اگر اسے سمجھایا جائے تو مخالفت ترک کر دے گا۔

(۲) دوسرا شخص اسے سمجھتا ہے مگر دیکھتا ہے کہ اگر میں نے اس مسلک کی پیروی کی تو میرے مفادات کو نقصان پہنچے گا۔ اس لئے وہ پوری کوشش کے ساتھ اس انقلاب کی مخالفت کرتا ہے۔ قرآن اسے کافر قرار دیتا ہے۔ اگلی آیتوں میں اس کی تشریح کی گئی ہے۔

(۸) فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ (جب بجایا جائے ناقور (کھوکھلی چیز)

(۹) فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ (تو وہ دن مشکل ہے)

(۱۰) عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ (منکروں کے لئے آسان نہیں)

قیامت اور انقلاب :

مفسرین کرام، ان آیات کو قیامت پر محمول کر کے خاموش ہو گئے ہیں۔ مگر جیسے 'المزمل' کی تفسیر میں دکھایا جا چکا ہے کہ قیامت کبریٰ سے پہلے دنیا میں قیامت صغریٰ آئے گی اور وہ یوم انقلاب ہو گا۔ چنانچہ حجاز میں وہ دن آیا تو وہ اس انقلاب کے مخالفوں کے لئے آسان نہ تھا۔ جب ان کے لئے موت کا صور پھونکا گیا تو ابو جہل اور اس کی جماعت کا جو حال ہوا، اس کا اندازہ بدر کی جنگ سے لگایا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی خندق کی جنگ میں مخالفین کو جس طرح راہ فرار اختیار کرنی پڑی اور جس ذلت و خواری سے پسپائی کی، اس کا اندازہ کچھ وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس مصیبت میں مبتلا ہوئے (خدا اس مصیبت سے بچائے!)

الغرض وہ یوم انقلاب آنے والا ہے، جب تک وہ آئے خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے استقامت اور استقلال کے ساتھ کام کئے جاؤ اور لڑنے بھڑنے کی طرح نہ ڈالو۔ کیونکہ تیاری کے ایام میں لڑنا اس تحریک کے لئے مضر ہوگا۔

ان آیات کے بین السطور میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ دن آنے والا ہے، جب اس تحریک کے مخالفین برباد ہو جائیں گے اور ظاہر ہے کہ اس روز یہ مخالفین مسلمانوں کے ہاتھوں برباد کرائے جائیں گے، اسی لئے اس سورت میں بھی روز اول ہی سے دبی زبان اور مبہم الفاظ میں آنے والی جنگوں کا ہلکا سا تصور دے دیا گیا ہے۔ اس فکر کی وضاحت اگلے سال نازل ہونے والی سورت۔۔۔ المزمل۔۔۔۔۔۔ میں کردی گئی اور کہہ دیا گیا کہ: ’’وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ‘‘ (علاوہ بریں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی راہ میں مصروف قتال ہوں گے) اس فکر قتال کی توضیح کے لئے آگے چل کر سورہ انفال اور سورۂ توبہ نازل ہوئیں، جن میں جنگ کا بین الاقوامی قانون تفصیل کے ساتھ دیا گیا ہے۔

بین الاقوامی پروگرام کے مخالفین

سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا تجزیہ:

قرآن حکیم کا یہ عام اسلوب بیان ہے کہ وہ رجعت پسند (Reactionary) مخالفین کی ذہنی کیفیت بیان کرنے کے لئے ایک نمونے کا شخص لے لیتا ہے اور پھر اس کی ذہنیت کا تجزیہ کرتا ہے، اگلی آیتوں میں قرآنی تحریک انقلاب کے مخالف کا اسی طرح نفسیاتی تجزیہ (Psychological Analysis) کر کے دکھایا گیا ہے۔ تاکہ سمجھدار لوگ انقلاب کی حقیقت کو سمجھ جائیں۔ کیونکہ صحیح کیفیت اور غلط ذہنیت پاس پاس لانے سے انقلاب کی اصل حقیقت اچھی طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے۔

(۱۱) ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا (چھوڑ دے مجھے اور اسے جسے میں نے اکیلا پیدا کیا)

تحریک قرآن کا، ایک مخالف ہے۔ وہ اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، ورثے میں اس کا کوئی شریک نہیں، لیاقت میں بھی وہ منفرد ہے، وہ اپنے گھرانے میں امیرانہ ٹھاٹھ سے پرورش پاتا ہے (وہ جس قسم کی ذہنیت پیدا کرلے گا وہ آگے بیان کی جائے گی) تم اس کی فی الحال پرواہ نہ کرو، اسے میرے حوالے کردو۔

(۱۲) وَجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا (اور میں نے اسے پھیلا کر مال دیا)

وہ جوان ہوتا ہے، تو تجارت، زراعت اور صنعت و حرفت کے کارخانوں کا مالک ہوتا ہے، وہ مادی ترقی میں لیاقت

سے کام کرتا ہے تو اسے خوب مال و دولت سے سرفراز کیا جاتا ہے۔

(۱۳) وَبَنِيْنَ شُهُوْدًا (اور بیٹے جو (آنکھوں کے سامنے) موجود رہتے ہیں)

اس کی اولاد اس کے سامنے رہتی ہے، کیونکہ اس کے کچھ کمیرے کھیتوں میں کام کرتے ہیں اور کچھ کارخانوں میں لہو پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ یہ چوپال یا کلب روم (Club-room) میں دوستوں کی محفل میں بیٹھا ادھر ادھر کی گپوں میں وقت گزارتا ہے۔

(۱۴) وَمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا (اس کے لئے بڑی فراخی پیدا کر دی)

وہ اپنے سرمائے کی ترقی سے مطمئن ہے، اگر کسی موقعے پر فصل میں غلہ کم ہوتا ہے تو کارخانے سے خوب نفع ہو جاتا ہے۔ اس طرح ایک مد کی کمی دوسری مد سے پوری ہو جاتی ہے اور اس کا نفع بڑھتا رہتا ہے۔

ایک شخص ہے جو اپنے ماں باپ کا اکلوتا بیٹا ہے اور ان کا تنہا وارث ہے، مال و منال سے سرفراز ہے۔ صاحب اولاد کثیر ہے بہت سی مدات سے آمدنی کا مالک ہے، ایسے شخص کی ذہنیت سرمایہ پرستانہ ہو جانا تعجب انگیز نہیں اور ایسا ہی شخص اپنے قبیلے کا سردار یا برادری کا چوہدری بھی بن جایا کرتا ہے۔

(۱۵) ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ (پھر وہ لالچ رکھتا ہے کہ اور بھی دوں)

باوجود اتنی دولت ثروت کے وہ ننانویں کے پھیر میں ہے۔ اس کی زردوستی کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر وقت متمنی رہتا ہے کہ اس کے سرمائے میں اضافہ ہوتا رہے اور اس کے مناصب میں ترقی ہوتی رہے۔ یہ اس کی سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا صحیح نقشہ ہے۔ وہ صرف اپنے سرمائے اور منصب میں ترقی کا خواہشمند رہتا ہے۔ مزدوروں اور کمیروں کی فلاح کا نام تک نہیں لیتا اور غریب طبقے کو ترقی دینے والی تعلیم کی مخالفت شروع کر دیتا ہے۔

(۱٦) كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا (ہرگز نہیں، وہ تو ہماری آیتوں کا مخالف ہے)

لیکن ایسے مخالف سرمایہ پرست کو ہرگز بڑھنے نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ انقلابی پروگرام (Revolutionary Programme) کا مخالف ہے۔ بلکہ اپنی ارتجاعی جماعت (Reactionary Party) کا رہنما بن کر اس "بین الاقوامی انقلاب" کی تحریک کی مخالفت میں زور لگائے گا۔ لیکن کیا وہ اس انقلاب کے مقابلے میں آکر کامیاب ہوگا؟ ہرگز نہیں (كَلَّا) کیونکہ یہ تو اپنے اور اپنی اولاد کے سوا کسی کو لیڈر دیکھ ہی نہیں سکتا۔ حالانکہ انسانیت کا بھلا اس میں ہے کہ جو بہتر ہو وہ انقلاب کا لیڈر رہنے۔ یہ دنیا میں انقلاب کس طرح لائے گا یہ تو اپنے ہی مال و متاع کے بڑھانے کی فکر میں ہے، یہ انسانیت کی بہتری کے لئے کچھ صرف کرنا جانتا ہی نہیں۔ یہ تو بین الاقوامی انقلاب (World Revolution) سے منہ موڑے ہوئے ہے، جس کے نشانات صاف نظر آرہے ہیں۔ (اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا)

سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا انجام :

(۱۷) سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا (اسے چڑھواؤں گا سخت چڑھائی)

ایسا شخص انقلاب صالح کے رہنما (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کیسے بڑھ سکتا ہے؟ اس کی ہر ایک ترقی، ترقی معکوس ہو گی۔ یہ اپنی ارتجاعی پارٹی (Reactionary Party) کے بل بوتے پر نوع انسانی کے سب سے بڑے بین الاقوامی لیڈر کو گرا کر ابھرنا چاہتا ہے۔ تو یہ ارتجاعی (Reactionary) اپنے خیال میں اونچا بھی جارہا ہوگا تو حقیقت میں گر رہا ہوگا۔ جتنا زیادہ اونچا جائے گا اتنا ہی وہ زیادہ شدید عذاب میں مبتلا ہوگا۔ اور مرنے کے بعد جہنم میں اسے اس الٹی چڑھائی کی مشق کرنی ہو گی۔ وہ جہنم میں ایک پہاڑی پر چڑھے گا، لیکن اس کے پاؤں ترقی کی طرف نہیں جائیں گے، بلکہ اوپر چڑھ کر پھر گرتا جائے گا۔ مگر اپنے ذہن میں خیال کرے گا کہ میں چڑھ رہا ہوں۔ وہ جہنم میں اس خیالی غلطی میں مبتلا رہے گا اور چڑھنے اور گرنے کی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

مخالفانہ جانچ پڑتال :

(۱۸) اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ (اس نے سوچا اور دل میں اندازہ لگایا)

یہ مخالف انقلاب، حضرت نبی اکرمؐ کی تحریک کے متعلق سوچتا ہے اور دل میں اندازہ لگاتا ہے کہ یہ تحریک کن کن منازل میں سے گزرے گی اور کہاں تک ترقی کر سکے گی۔

(۱۹) فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (کمبخت نے کیا اندازہ لگایا)

اس ارتجاعی نے اس انقلابی تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا، وہ سمجھتا ہے کہ یہ چند قبائل عرب میں ایک وقتی ہیجان پیدا کر کے ختم ہو جائے گی۔ لیکن اسے کیا معلوم کہ یہ محض قبائلی یا قومی تحریک نہیں ہے یہ بین الاقوامی تحریک ہے۔

(۲۰) ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ (خدا غارت کرے! کیا سوچا اس نے)

اس نے اس تحریک کے متعلق غلط اندازہ لگایا، اور اپنی اس غلطی کی وجہ سے اس دنیاوی زندگی میں اور پھر اس کے جزو ثانی ۔۔۔ اخروی زندگی میں ۔۔۔ ناکام ہوگا۔ مَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ (سورہ بنی اسرائیل : ۷۲) (جو دنیا میں کور باطن رہا۔ وہ دوسری زندگی میں بھی کور چشم ہی اٹھے گا) اور ناکامی اور نامرادی سے دوچار ہو گا۔ اس کی ارتجاعی تحریک (Reactionary Movement) ناکام رہے گی اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔

(۲۱) ثُمَّ نَظَرَ (اس نے پھر نگاہ ڈالی)

رسول اکرم ﷺ کی انقلابی تحریک کا اندازہ لگانے کے بعد وہ پھر غور سے دیکھتا ہے کہ آیا اس تحریک کا کوئی پہلو میری نظر سے مخفی تو نہیں رہ گیا؟

(۲۲) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ (پھر اس نے تیوری چڑھائی اور ترش رو ہوا)

وہ اس انقلابی تحریک کے ساز و سامان (ظاہری ضعف اور کمی سرمایہ) کو نظر حقارت سے دیکھتے ہوئے تیوری چڑھاتا ہے۔ (عَبَسَ) ۔اور جس طرح ابتدا میں ہر انقلابی تحریک پر لوگ ترش روئی کا اظہار کرتے ہیں یہ بھی اس تحریک پر ترش روئی کا اظہار کرتا ہے۔ (بَسَرَ)

(۲۳) ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (پھر پیٹھ پھیری اور غرور کیا)

پھر اس تحریک کو کمزور سمجھ کر منہ موڑ لیتا ہے اور اپنے ارتجاعی پروگرام (Reactionary Programme) کی کامیابی کے خیال سے پھولا نہیں سماتا (اسْتَكْبَرَ)

مخالفانہ پراپیگنڈہ :

(۲۴) فَقَالَ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ (پھر بولا اور کچھ نہیں یہ جادو ہے جو چلا آتا ہے)

اب وہ اس انقلابی تحریک کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کر دیتا ہے۔اور جو لوگ اس تحریک کے پروگرام کو قبول کر کے اس نئی پارٹی میں شامل ہو رہے ہیں، ان کے متعلق کہتا پھرتا ہے کہ یہ لوگ سحر زدہ ہیں، یہ تحریک چونکہ عوام کو اٹھانا چاہتی ہے اس لئے عوام ہی اس میں زیادہ تر شامل ہوتے ہیں۔ان کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ یہ ہلاکت زدہ لوگ ایک خوش آئند مستقبل کے تصور کے سحر میں مبتلا ہیں۔جو کبھی شرمندہ تصدیق نہ ہوگا۔

(۲۵) اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (اور کچھ نہیں یہ ایک انسان کی بنائی ہوئی بات ہے۔)

وہ اس انقلابی پروگرام کے خلاف یہ بھی کہتا پھرتا ہے، کہ یہ پروگرام الہامی تھوڑا ہی ہے، جو انسانیت کے لئے مستقلاً مفید ہو، اس کے پیچھے خدائی امداد بھی نہیں ہے کہ یہ ضرور کامیاب ہو، بلکہ یہ تو اس انسان (حضرت محمد رسول اللہ ﷺ) کا خود ساختہ پروگرام ہے، جو اسی شخص اور اس کے خاندان ہی کے کام آئے گا۔یعنی یہ شخص اپنے یا زیادہ سے زیادہ اپنے خاندان کے حق میں انقلاب پیدا کر کے بیٹھ جائے گا۔یہ کہہ کر وہ عوام کو اس تحریک سے الگ کرنے کی کوشش کرتا ہے، تاکہ وہ اسے انسانیت عامہ کی تحریک سمجھ کر اس کے ساتھ اپنے مفادات وابستہ نہ کر بیٹھیں۔وہ کہتا ہے کہ یہ اس انسان کا بتایا ہوا پروگرام ہے اس قسم کا ہم بھی بنا سکتے ہیں۔

حضرت نبی اکرم ﷺ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی دعوت تمام اقوام میں پھیل جائے گی اور ان سب پر غالب

آ جائے گی، اور یہی اس دعوت کی سچائی کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ یہ خدا کی جانب سے ہے، لیکن مخالفین اس تحریک کو ایک عام وقتی تحریک کے طور پر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عام بات ہے، ایسی تحریکیں اٹھا ہی کرتی ہیں، ہم بھی اس قسم کا پروگرام بنا سکتے ہیں۔ یہ مخالف جب اس دنیا سے کوچ کرے گا تو سیدھا جہنم میں ڈالا جائے گا۔

ارتجاع کا انجام:

(۲۶) سَأُصْلِيهِ سَقَرَ (عنقریب اسے آگ میں ڈالوں گا)

اس ارتجاعی (Reactionary) کے لئے اس ظلم اور بداخلاقی کی آگ سے بچنا محال ہے، جو وہ اپنے لئے پیدا کر رہا ہے۔ وہ اس میں ڈالا جائے گا۔ ایسے ہی انقلاب لانے والی پارٹی اسے دنیا میں سزا دے گی۔ وہ زندہ رہا تو ان کے ہاتھوں سے بچ نہ سکے گا۔

(۲۷) وَمَآ أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ (اور تو کیا سمجھے کہ آگ کیسی ہے؟)

انسان ابھی اس جہنم کی حقیقت سے واقف نہیں۔

(۲۸) لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ (وہ نہ باقی رکھے۔نہ چھوڑے)

یہ آگ نہ تو میدان مقابلہ ہی میں رجعت پسندوں (Reactionaries) کو رہنے دے گی، اور نہ آئندہ زندگی میں ان کا پیچھا چھوڑے گی۔

(۲۹) لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ (جھلس دینے والی، آدمی کو)

جہنم کی حقیقت:

یہ جہنم جس میں یہ سرمایہ پرست ڈالا جائے گا، عجیب مقام ہے۔ اس کی حقیقت سے انسان ابھی اچھی طرح واقف نہیں ہے۔ اس میں جس آگ سے واسطہ ہوگا وہ انسان اپنے ساتھ اس دنیا سے لے جاتا ہے۔ جس طرح بدن انسانی کے اندر صفراء، سودا، بلغم اور خون چار خلطیں ہیں اور انکی خرابی (سڑاند) سے بدن کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے، جس سے انسان کا جسم جھلسا جاتا ہے، ایسے ہی انسان کے نسمی جسم (Nismic Body) میں جو اس مادی جسم کے اندر پرورش پا رہا ہے، انسان کے برے اخلاق اور برے اعمال کے نتائج جمع ہو رہے ہیں، وہ مختلف قسم کے 'زہریلے مادے' جو انسان کے بدن میں اکٹھے ہو رہے ہیں، جب یہ انسان جہنم میں جائے گا، وہاں وہ خاص خاص قسم کے 'آگ' کے ذخیروں کے پاس سے گزرے گا تو جس قسم کا زہر جس قسم کی 'آگ' سے متاثر ہو سکتا ہے اس قسم

کی 'آگ' سے متاثر ہو کر اندر ہی اندر بھڑک اٹھے گا اور اس کی سوزش درونی کا اثر نسمہ انسانی پر ظاہر ہو گا۔ چنانچہ سورۃ 'الھمزۃ' میں اس آگ کی طرف ان لفظوں میں ارشاد کیا گیا ہے۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ﴿٦﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ﴿٧﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٨﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ﴿٩﴾

یہ خوفناک حالت ہو گی، جس سے بچنے کے لئے انسان سب کچھ کرنے کو تیار ہو گا، لیکن وہاں کچھ نہ بن سکے گا اور اسے اپنے کئے کی پوری پوری سزا بھگتنی پڑے گی اور جس طرح بدن انسانی کے اندر سے سارا زہر خارج ہوئے بغیر صحت حاصل نہیں ہو سکتی، ایسے ہی نسمہ انسانی میں سے زہریلے اخلاق کے اثرات خارج ہوئے بغیر صحت روحانی حاصل نہ ہو سکے گی۔

پس انسانیت کے مصالح کلیہ (Human Weal) اور رفاہ عامہ (Public Weal) کے مخالفین کے لئے قوانین انسانیت کی خلاف ورزی کرنا معمولی بات نہیں۔ جو لوگ فطرت انسانی کی خلاف ورزی کریں گے ان کو یہ آگ جلاتی رہے گی۔

ایک نفسیاتی نکتہ:

(۳۰) عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ (اس پر انیس ہیں)

انسان کی روح میں انیس مرکز ہیں [1] جن کے ذریعے سے وہ اپنی تکمیل کرتی ہے۔ جو لوگ روحانی سلوک کے عامل ہیں، وہ انہیں خوب جانتے ہیں، ان انیس مراکز کے مطابق جہنم میں بھی اصلاح کے انیس مراکز ہیں اور ہر ایک مرکز کا ایک جداگانہ "محکمہ" سمجھنا چاہیئے۔ ہر روحانی "مرکز" کی خرابی کی جداگانہ سزا ہو گی۔

(۳) (الف) وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (اور ہم نے دوزخ کے جو داروغے رکھے ہیں وہ فرشتے ہیں)

اس "آگ" کے جو انیس مہتمم ہیں وہ انسان نہیں فرشتے ہیں، جن کی قوت کا یہ مخالفین انقلاب، اندازہ نہیں لگا رہے۔ چنانچہ پہلی ہی آگ جو بدر کے مقام پر بھڑکی اس میں انسانوں کے دوش بدوش فرشتوں کی مثالی قوتوں نے بھی مخالفین انقلاب کو فنا کر کے رکھ دیا۔

(ب) وَمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اور ان کی جو گنتی رکھی ہے، تو وہ ان منکروں کے جانچنے کے لئے ہے)

---

[1] انیس مراکز یہ ہیں (۱۔۵) حواس خمسہ ظاہری (۶۔۱۰) حواس خمسہ باطنی یعنی حس مشترک، واہمہ، متخیلہ، حافظہ اور قوت متحرکہ (۱۱) قلب (۱۲) قوت مدرکہ (۱۳) سر یعنی قلب اور عقل کا بطن (۱۴) روح (۱۵) خفی یعنی بطن السر (۱۶) اخفی یعنی بطن الخفی (۱۷) انانیہ کبریٰ (۱۸) نور القدس (۱۹) الحجر البحت یعنی انانیت کبریٰ اور نور القدس کا بطن جو تجلی الٰہی کا نمونہ ہے، ان کی تفصیل کے لئے حجۃ الاسلام امام ولی اللہ کی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

اس تعداد کا ذکر منکرین کے فہم کے امتحان کے لئے ہے، کہ آیا وہ اس کی حقیقت کو سمجھ کر اس سے ڈرتے ہیں اور تحریک انقلاب کو قبول کرتے ہیں، یا مذاق اڑا کر عذاب کے مستحق بنتے ہیں۔

(ج) لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ (تاکہ وہ لوگ جن کو کتاب مل چکی ہے یقین حاصل کریں)

لیکن یہ تورات اور انجیل کو ماننے والی جماعت اور ایسے ہی ہر وہ جماعت جس میں الہامی علوم پائے جاتے ہیں، جن میں مثالی قوتوں کا ذکر آتا ہے، ایسے ہی جو لوگ اس انقلابی تحریک کو دل سے مان چکے ہیں، ان کی عقل و دانش اس کی تائید کرتی ہے وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے، چنانچہ ہندو فلاسفی اور ایرانی حکمت میں بھی ان قوتوں کی طرف اشارے موجود ہیں۔

(د) وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا (اور جو لوگ اب (نئی شریعت پر) ایمان لاچکے ہیں وہ اپنے یقین میں بڑھیں)

اور یہ حکیمانہ اشارے قرآن حکیم کے انقلابی پروگرام پر ایمان کی زیادتی کا باعث ہوں گے اور ان کو اپنے پروگرام کی کامیابی کا اور بھی پختہ یقین ہو جائے گا۔

(ہ) وَلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (اور وہ لوگ جن کو کتاب دی جاچکی ہے اور وہ لوگ جو اب (اس شریعت پر) ایمان لاچکے ہیں وہ کسی شک میں نہ پڑیں)

پہلی کتابی جماعت کے صحیح علوم رکھنے والوں اور نئی انقلابی جماعت کے ارکان کے دلوں میں اس انقلاب اور دنیوی اور اخروی نتائج کے متعلق کوئی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اہل کتاب ایک انقلابی لیڈر۔۔۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام۔۔۔ کی رہنمائی۔۔۔ کے نتائج دیکھ چکے ہیں اور اہل عرب۔۔۔۔ امی گروہ۔۔۔۔ جو اس رسول انقلاب کے پیرو بن رہے ہیں۔ وہ بھی اس پروگرام کے متعلق کسی قسم کا شبہ نہیں رکھتے۔

(و) وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّ الْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۔ (اور تاکہ وہ لوگ جن کے دلوں میں بیماری ہے اور جو لوگ منکر ہیں، وہ کہیں گے کہ اس تمثیل کے بیان کرنے سے اللہ کا کیا منشاء ہے؟)

اس کے برخلاف ایک تو وہ لوگ جن کو اس انقلابی پروگرام کی کامیابی کا پورا یقین نہیں ہے اور ان کے دلوں میں اس کی رفتہ رفتہ بڑھی ہوئی کامیابی کو دیکھ کر حسد کی بیماری پیدا ہوگئی ہے اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو اس پروگرام کے کھلم کھلا مخالف ہیں، کیونکہ یہ پروگرام ان کے خاص مفادات (Vested Interests) کا مخالف ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ اس انقلابی پروگرام میں کمزوری ثابت کرنے کے لئے اعتراض کرتے ہیں کہ اس انیس کے عدد کی تمثیلی بیان سے کیا غرض ہے؟ حالانکہ انہیں کم سے کم اتنی موٹی سی بات تو معلوم ہونی چاہئے کہ ہمارے

اخلاق اور اعمال کی خرابیوں کے مطابق جہنم میں ان کے علاج کا انتظام ہونا چاہئے اور جب حکیم علی الاطلاق انہیں بتاتا ہے کہ انیس قسم کے محکمہ ہائے علاج جہنم میں موجود ہیں تو انہیں یقین آ جانا چاہئے کہ یہ درست ہے، لیکن یہ مخالفین چونکہ انقلابی ذہنیت نہیں رکھتے، اس لئے سوسائٹی کی اصلاح کا فکر ان کے ذہنوں میں آتا ہی نہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ لوگ سوسائٹی کی اصلاح کی طرف مائل نہیں ہوتے اور جو لوگ اس میں انقلاب برپا کرنے کے لئے جان و مال کی قربانی کرنے کے لئے آمادہ ہیں ان کے خلاف صف آرا ہو گئے ہیں۔

(ح) كَذَالِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ (یوں اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے)

یہ لوگ گمراہ ہو گئے ہیں، یعنی انسانیت کی ترقی کی تدابیر سوچنے کے بجائے ادھر ادھر کی باتوں میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے ان کی کج فہمی کا۔ ان کی اس شامت اعمال کے باعث خداوند تعالیٰ اب ان کو کسی نئی حکمت سے سرفراز نہیں کرے گا۔

قرآن کی انقلابی تعلیم سب کے لئے کھلی ہے۔ ہر شخص اسے قبول کر کے اصلاح حال کر سکتا ہے، لیکن جو اس انقلاب میں حصہ نہ لینا چاہے اور انیس بیس کی کج بحثوں میں پڑ جائے، تو خدا کی مشیت اسے مزید روشنی دینا نہیں چاہتی۔ جو روشنی دی گئی ہے اسے استعمال کر کے جو شخص راہ راست پر چل نکلتا ہے، مشیت ایزدی اس کے لئے مزید رہنمائی کا سامان بہم پہنچا دیتی ہے۔ ورنہ وہ ایک گمراہی سے دوسری گمراہی کی طرف نکلتا چلا جاتا ہے۔ اور رفتہ رفتہ منزل مقصود سے بہت دور جا پڑتا ہے۔

(ط) وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ (اور جسے چاہتا ہے راہ دیتا ہے)

جو لوگ اس انقلابی پروگرام کو قبول کر لیں گے، مشیت الٰہی ان کی مزید دستگیری کرے گی۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرما دیا ہے کہ

اَلَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورۃ ابراہیم) (جو لوگ ہماری طرف آنے کے لئے سرگرم سعی ہو جائیں گے، ہم ان کو اس راہ پر چلنے کے لئے کئی راستے کھول دیں گے)

یعنی جب کوئی انسان خدا کی طرف چل کھڑا ہوتا ہے، تو مشیت الٰہی اس کی دستگیری کرتی رہتی ہے، اور جہاں اس کے راستے میں کوئی پتھر آ جاتا ہے اس کے ہٹانے یا اس کے ادھر ادھر سے ہو کر گزر جانے کی راہ بتا دیتی ہے۔ وہ علم اور عمل کی روشنی میں برابر چلتا رہتا ہے اور ہر مشکل سے بچ نکلنے کے راستے نکالتا رہتا ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کی انقلابی تعلیم اپنے ماننے والوں کی رہنمائی کا باعث بنتی رہتی ہے۔

(ی) وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (اور تیرے رب کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا)

یہ لوگ خواہ مخواہ انیس کے گورکھ دھندے میں پھنس کر رہ گئے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ انیس تو مدیران اعلیٰ ہیں، ان کے علاوہ پروردگار عالم کے لشکروں کی تعداد اس قدر ہے کہ اسے اس کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ فرشتوں کی کل تعداد غیر متناہی ہے اور یہ سب طاقتیں اس پیغمبر انقلاب کی تائید میں ہیں۔

(ک) وَمَاهِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (اور یہ (جہنم) تو انسانوں کے لئے یاددہانی ہے)

انسان اپنی زندگی کو زمانے سے علیحدہ نہیں کر سکتا۔ اگر وہ زندگی چاہتا ہے تو زمانے کا پابند ہو کر رہنا پڑے گا۔ زمانے کے ساتھ وابستگی اس پر کون سے فرائض عائد کرتی ہے؟ نبی کی تعلیم یاد دلاتی ہے کہ انسان پر زمانے کی روح کے مطابق انقلاب میں حصہ لینے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کتب الٰہیہ اسے یاد دلاتی ہیں کہ دیکھو اپنی فطرت کو مت بھولو۔ فرد کا ذرا سا تغافل اسے موت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

آج زمانہ ہم سے ایک نئے قسم کے اجتماع کا مطالبہ کرتا ہے، وہ یہ کہ ہر فرد سوچ سمجھ کر اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں حصہ لے۔ ہم پرانے زمانے کو لئے بیٹھے ہیں۔ جب ایک آدمی سینکڑوں افراد پر حکومت کرتا تھا، اب زمانہ چاہتا ہے کہ افراد خود فیصلہ کر کے آگے بڑھیں اور مل کر کام کریں۔ جو لوگ زمانے کی اس دعوت پر لبیک نہیں کہیں گے وہ برباد ہو جائیں گے۔ قرآن حکیم کی دعوت پہلے ان ہی سے اس قسم کی یاددہانی کراتی ہے۔ چنانچہ وہ ہر مسلمان کے لئے قرآن کا سمجھ کر پڑھنا ضروری قرار دیتا ہے۔ الغرض قرآن ہر ایک مسلمان کی بے سمجھ زندگی کو غلط قرار دیتا ہے اور یہی تقاضا آج کے زمانے کا ہے۔

آگے بڑھنے کی دعوت

(۳۲) كَلَّا (ہرگز نہیں)

ارتجاع غالب نہیں آسکتا:

یہ سرمایہ پرست جو تحریک قرآنی کی مخالفت کرتا ہے (اَدْبَرَ)۔ خیال کرتا ہے کہ اس کا مسلک حضرت محمد رسول اللہؐ کی تحریک پر غالب آجائے گا وہ اس پر اینٹھ رہا ہے (اِسْتَكْبَرَ)۔ یہ اس نے غلط سمجھا ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اور نہ ہوگا (كَلَّا)۔

انقلاب کی پہلی منزل عرب پر قبضہ :

وَالْقَمَرِ (قسم ہے چاند کی)

قرآنی انقلاب کی تدریجی ترقی کو قمر کی روشنی کے بڑھنے پر قیاس کرنا چاہئے۔ یہ پروگرام مختلف منازل میں سے گزر کر پہلے تو سرزمین عرب میں ہلال سے بدر بن کر چمکے گا اور عرب قوم کو بین الاقوامی انقلاب کی سنٹرل کمیٹی (Central Committee) بنادے گا۔

(۳۳) وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ (اور رات کی، جب وہ پیٹھ پھیرلے)

پھر یہ چاندرات گزر جائے گی یعنی قومی انقلاب پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گا۔

(۳۴) وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ (اور صبح کی، جب وہ روشن ہو جائے)

بین الاقوامی منزل :

اوراس کے بعد اس عرب پارٹی کی کوششوں سے بین الاقوامی انقلاب کی صبح نمودار ہوگی۔

(۳۵) اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ۔ (یہ واقعہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان واقعات میں سے ہے)

رفتہ رفتہ آفتاب عالمتاب کی بیدار کن روشنی کی طرح یہ عالمگیر انقلاب بھی ساری انسانیت کو بیدار کردے گا اور ہر ایک اس سے فیضیاب ہوگا۔ یہ انسانیت گیر انقلاب (World Revolution) کوئی معمولی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ تاریخ انسانی کے عظیم الشان انقلابوں میں سے کامیاب ترین انقلاب ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ انقلاب کا آغاز پہلے عرب میں ہوا، قریش کی کامیابی سے۔ عرب اس انقلاب میں شامل ہوگئے، اور عرب مل کر بین الاقوامی انقلاب کی ایک منزل کے قافلہ سالار بنے۔

(۳۶) نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ (یہ نوع انسانی کو ڈرانے والا ہے)

مخالفین کو جنگ میں سزا ملے گی :

یہ بین الاقوامی انقلاب کا پروگرام کسی خاص خطہ زمین یا کسی خاص قوم کے لئے نہیں ہے، کہ وہ ملک یا خطہ اس کے ذریعہ سے اپنا تفوق (Imperialism) قائم کرکے دوسرے ممالک یا اقوام سے انتفاع (Exploitation) شروع کردے۔ بلکہ یہ انقلابی تعلیم ساری نوع انسانی کے لئے ہے اور جو انقلاب اس کے مطابق پیدا کیا جائے اس میں تمام انسانوں جو اسے تسلیم کرلیں کے مفادات محفوظ رہنے چاہئیں اور جو اسے قبول نہ کریں ان کے ساتھ بھی

انصاف سے کام لیا جائے لہٰذا ہر زمانے اور ہر ملک کے خود پرست جابر و ظالم حکمرانوں کو اس انقلابی تعلیم سے ڈرنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو اس کے ماتحت کر لینا چاہیئے۔ تاکہ وہ انقلاب کے دنیاوی خطرناک نتائج اور اخروی عذاب سے بچ جائیں۔

اس آیت میں آنے والی جنگوں کی طرف نہایت لطیف اشارہ بشکل انذار موجود ہے جو اس تعلیم کے انقلابی ہونے کی بین دلیل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کا اعلان :

چنانچہ جب حضرت نبی اکرم ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے خاندان والوں کو اس آنے والے انقلاب کے نتائج سے ڈرائیں تو آپ کوہ صفا پر تشریف لے گئے اور بلند آواز پکارا :

فَهَتَفَ يَا صَبَاحَاهُ! فَقَالُوْا مَنْ هٰذَا۔ فَاجْتَمَعُوْا اِلَيْهِ فَقَالَ اَرَأَيْتُمْ اِنْ اَخْبَرْتُكُمْ اَنَّ خَيْلاً تَخْرُجُ مِنْ صَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ اَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ۔ قَالُوْا مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ كِذْباً فَقَالَ اِنِّيْ نَذِيْرٌ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ۔

آپ نے بلند آواز سے فرمایا : یا صباحاہ (فریاد! فریاد!) لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا یہ کون ہے؟ خیر پھر سب لوگ آپ کے پاس جمع ہوگئے، تو آپ نے فرمایا۔ سنتے ہو۔ اگر میں تمہیں کہوں کہ اس پہاڑ کی جانب سے ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری بات سچ مان لوگے؟ سب نے کہا ہم نے آج تک تجھے جھوٹ بولتے نہ سنا نہ دیکھا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ "تو میں تمہیں آنے والے خوفناک عذاب سے ڈراتا ہوں"۔

جن لوگوں نے "آنے والے خوفناک عذاب" سے بچنا چاہا وہ آپ کی جماعت میں شامل ہوگئے اور جو اس میں شامل نہ ہوئے وہ اس عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور دوسری زندگی میں اس عذاب کے زیادہ شدید تسلسل میں جا پھنسے۔

(۳۷) لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ (اب یہ تم سے ہر ایک کے لئے ہے کہ وہ آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے)

انقلاب میں آگے بڑھو :

اب یہ فیصلہ خود تمہیں کرنا ہے کہ تم اس انقلاب کی صف اول (Vanguard) میں جگہ لینا چاہتے ہو، یا پیچھے رہنے والوں میں شامل ہونا چاہتے ہو؟ یہ فیصلہ انسان کو خود اپنی رائے سے کرنا چاہیئے۔ جو شخص اپنی رائے سے انقلابی نہیں بنتا وہ انقلابی نہیں کہلا سکتا۔ انقلاب سمجھنے کے لئے قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ اس انقلاب کی صف اول میں جگہ لیں گے ان کو تکالیف پیش آئیں گی، لیکن آخر کار وہ کامیاب ہو جائیں گے، لیکن جو اس تحریک میں حصہ لینے میں پیچھے رہ جائیں گے وہ شکست کھا کر خِزْیٌ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یُرَدُّوْنَ اِلٰی اَشَدِّ الْعَذَابِ، کے مصداق ٹھہریں گے۔ (یعنی دنیاوی زندگی میں سخت ذلت (غلامی) کا عذاب اور مرنے کے بعد کی زندگی میں اس سے بھی زیادہ شدت کا احساس عذاب) چنانچہ جن لوگوں نے تقدم اختیار کیا، ان میں سے صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ اور علی مرتضیٰؓ اور حضرت حمزہؓ اور صہیب رومیؓ ہیں۔ ان کی کامیابی روز روشن کی طرح عیاں ہے اور جو پیچھے رہے ان میں سے ابو جہل اور ابو لہب اور ابو لہب کی بیوی وغیرہ ہیں جو دنیا سے ناکام گئے۔ اور مرنے کے بعد ان کی یہ ناکامی اور ان کے دیگر مظالم ان کے ساتھ گئے جنہوں نے ان کے لئے مکمل عذاب جہنم پیدا کر دیا ہے۔ اب آگے بڑھنے والوں اور پیچھے رہنے والوں کا تذکرہ آیت نمبر ۴۸ تک چلا گیا ہے سب سے پہلے، نمبر ۴۸ میں ایک اصول بیان کیا گیا ہے۔

پیچھے رہنے والے برباد کر دیئے جائیں گے:

(۳۸) کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ رَهِیْنَۃٌ (ہر ایک جاندار اپنے کئے میں پھنسا ہے)

انسان کی ساخت ایسی ہے کہ جو کام کرتا ہے اس کی پوری جوابدہی کے بغیر آگے نہیں بڑھ سکتا، پس جو شخص پیچھے رہے گا اسے اپنی اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ اس کی یہ رجعت پسندی (Reaction) اور انقلاب دشمنی اس کے نفس پر ایسی چھا جائے گی کہ وہ اپنی اس ذہنیت کے نتائج سے کبھی چھٹکارا نہ پا سکے گا۔

خداوند تعالیٰ نے انسان کو جو قوتیں عطا فرمائی ہیں، وہ اس لئے ہیں کہ ان کو ان کی فطرت کے مطابق کام میں لا کر جِلا دی جائے۔ جو شخص ان قوتوں کو جِلا نہیں دیتا، بلکہ غلط کاریوں کے نیچے دبا کر صالح ترقی سے روکتا ہے، اسے اس کا نقصان پورا کرنا ہوگا اور عذاب برداشت کرنا ہوگا، اس کے یہ ارتجاعی اعمال بے نتیجہ نہ رہیں گے۔

انسان کے اعمال کس طرح محفوظ رہتے ہیں؟

امام ولی اللہ کا نظریہ:

حجۃ اللہ علی الارض امام الائمہ امام ولی اللہ محدث دہلوی (انار اللہ برھانہ) فرماتے ہیں کہ:

اِعْلَمْ اَنَّ الْاَعْمَالَ الَّتِیْ یَقْصُدُهَا الْاِنْسَانُ قَصْدًا مُؤَکَّدًا وَالْاَخْلَاقَ الَّتِیْ هِیَ رَاسِخَۃٌ فِیْهِ تَنْبَعِثُ مِنْ اَصْلِ النَّفْسِ

النَّاطِقَةِ ثُمَّ تَعُوْدُ اِلَيْهَا ثُمَّ تَتَشَبَّثُ بِذَيْلِهَا وَتُحْصِيْ عَلَيْهَا (حجۃ اللہ البالغہ، ص ۲۸)

(یعنی واضح رہے کہ جس قدر کام انسان اپنے پختہ ارادہ سے کرتا ہے اور جس قدر اخلاق انسان میں پختہ ہو جاتے ہیں، ان کا بیج پہلے تو انسانی روح ہی میں سے نکلتا ہے اور پھر پھیلنے کے بعد انسانی روح ہی کی طرف واپس آ جاتا ہے (چونکہ نکلنے کے وقت وہ بیج چھوٹا ہوتا ہے اور واپس ہونے تک وہ پھیل چکا ہوتا ہے اس لئے وہ واپسی میں) روح کے دامن سے ملحق ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔)

گویا ہر شخص کے اعمال اسکے نسمہ میں محفوظ رہتے ہیں اور مرنے کے بعد جب مادی بدن اتر جائے گا تو یہ اعمال نہایت واضح شکل میں اسے محسوس ہونے لگ جائیں گے پس ہر شخص کو اس انقلاب کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے قویٰ کو فطری ترقی دے سکے اور ایسی سوسائٹی پیدا کر سکے جس میں رہ کر وہ اچھے اعمال اپنے نسمے کے اندر جمع کر سکے۔ اب ان لوگوں کا ذکر آتا ہے جنہوں نے آگے بڑھ کر کام کیا۔

(۳۹) اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ (سوائے ان کے جو دائیں طرف والے ہیں)

انقلاب کے پیشرو:

جو لوگ دنیا میں قرآن حکیم کا انقلاب برپا کرنے میں سبقت کرتے ہیں وہ سابقین (Pioneers) تو کامیاب ہوتے ہی ہیں ان کے علاوہ ان کے دست راست بننے والے بھی پھنسے نہیں رہتے۔ وہ بھی کامیاب و کامران ہوتے ہیں اور سند کامیابی اپنے دائیں ہاتھ میں پاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے نفسوں کا حق ادا کیا یعنی اللہ نے جو قوتیں عطا کی تھیں ان کو حق کی راہ میں پوری طرح استعمال کیا۔

ان کے مقابلے میں ایک جماعت اصحاب شمال کی ہے جو ناکام رہتی ہے۔ 'السابقین' اور 'اصحاب الیمین' کی کامیابی کا راز معلوم کرنا ہو تو ان ناکام رہنے والوں کی ناکامیوں کے اسباب خود ان کی زبانی سن لیں تاکہ کامیاب انقلابی پروگرام کی مدات ۔۔۔ واضح ہو جائیں۔ جو لوگ پیچھے رہ گئے ان کا تذکرہ آیت نمبر ۴۸ تک چلا جاتا ہے۔

بین الاقوامی پروگرام کی تفصیل

(۴۰) فِيْ جَنّٰتٍ يَتَسَآءَلُوْنَ (وہ باغات میں ہیں، پوچھتے ہیں)

(۴۱) عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ (مجرموں سے)

ارتجاع کا نفسیاتی تجزیہ :

اصحاب یمین، جنت میں پہنچ جاتے ہیں اور مصیبتوں سے نجات پا لیتے ہیں اور اس کے بعد وہ غور کرتے ہیں کہ اب جو لوگ عذاب میں مبتلا ہیں وہ کیوں عذاب میں مبتلا ہیں؟ چنانچہ وہ جہنمیوں سے ان کی ناکامی کے اسباب دریافت کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ :

(۴۲) مَا سَلَكَكُمْ فِیْ سَقَرَ (تم کو اس دوزخ میں کس چیز نے لا ڈالا؟)

تم اس ناکامی کے عذاب میں کس وجہ سے مبتلا ہوئے؟ کچھ سمجھے بھی؟ اس عذاب کو دیکھ کر جس کی خبر تمہیں پہلے دی گئی تھی اب تو سمجھ آگئی ہوگی؟

فائدہ : جس مجرم کو اس کی سزا ملنے کے وقت یہ علم نہ ہو کہ اسے کس جرم میں سزا مل رہی ہے، اسے اس سزا سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ جہنم میں پہنچ کر مجرم خود ہی جان لیں گے کہ انہیں کس کس جرم کی سزا مل رہی ہے، سزا اور جرم میں خاص مناسبت ہوگی۔ چنانچہ مجرم اپنے جرائم آپ بتاتے ہیں کہ :

(۴۳) قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ (وہ کہنے لگے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے)

(۱) **تعلق باللہ کی ضرورت**: وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی سعادت انسانی کے اس پروگرام پر عمل نہ کرتے تھے جو اتحاد فکر، اجتماعیت اور مساوات وغیرہ بیسیوں بھلائیاں سکھاتا ہے اور جس کا انتہائی معراج تعلق باللہ ہے۔

یاد رہے کہ انسان کے قلب میں خداشناسی کی جو قوت مضمر ہے، اسے نماز ترقی دیتی ہے۔ تو انسان کے اندر ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ گویا وہ اس آئینے میں خدا کو دیکھ رہا ہے۔ یہ تجلی جو اس کے قلب میں اسے نظر آتی ہے، انسان کبیر ــــ امام نوع انسانی ــــ کے قلب کی تجلی کا پرتو ہوتی ہے۔ یہاں تک ترقی کر جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان انسانیت کے تقاضوں کو خدا کا حکم سمجھنے لگ جاتا ہے اور اپنے آپ کو خدا کا یعنی مسکینوں اور کمزوروں کا خادم سمجھنے لگ جاتا ہے۔ جسے کسی دوسرے بندے کے حقوق سلب کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، پس وہ ہر وقت خدمت انسانیت کے لئے تیار رہتا ہے۔ اور اسے خدا کی عبادت کا جزو جانتا ہے۔

اس کی مزید کیفیت سورۃ ماعون میں بیان کی گئی ہے۔ جہاں فرمایا: فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝ وَ یَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝ (سورہ ماعون) (یعنی جو لوگ اپنے یتیموں اور بے کس مسکین ہمسایوں کو (جن کا ذکر ماعون کی ابتدائی آیتوں میں آیا ہے) برتنے کی چیز بھی نہیں دیتے۔ مفت نہیں کہ یہ تو بہت دور کی بات ہے بلکہ ادھار ــ۔ وہ اپنی صلوٰۃ (تعلق باللہ) کے مقصد سے غافل ہیں، اس لئے اب جو وہ نماز پڑھتے

ہیں تو یہ محض دکھاوے کی نماز ہے)

(۴۴) وَلَمۡ نَكُ نُطۡعِمُ الۡمِسۡكِيۡنَ (اور ہم کسی مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے) ۔ [1]

(۲) **مساکین کی تنظیم کی ضرورت**: جب ہم اپنے نفس کی ضرورت ---- تعلق باللہ---- کو بھلا بیٹھے تو پھر دوسروں کی ضرورت کا بھی احساس ہم میں مردہ ہوگیا۔ نماز کے ذریعے سے اپنے خالق کے ساتھ تعلق نہ جوڑا۔ خدمت خلق کا جذبہ اپنے اندر پیدا نہ کیا۔ دوسروں کا ہاتھ پکڑ کر اپنے برابر کرنے کی کوشش نہ کی اور عام لوگوں کی مادی اور عقلی ضرورتیں پوری کرنے کا جتنا سامان ہم کرسکتے تھے وہ نہ کیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس عذاب میں مبتلا ہوگئے۔

مسکینوں کو کھانا کھلانا کے معنی یہ نہیں کہ بھک منگے پیدا کئے جائیں، بلکہ یہ کہ بیکار لوگوں کو تعلیم اور کام اور کام کے ذرائع بہم پہنچا کر سوسائٹی کے مفید رکن بنائے جائیں ۔

(۴۵) وَكُنَّا نَخُوۡضُ مَعَ الۡخَآئِضِيۡنَ (اور ہم بحث کرنے والوں کے ساتھ مل کر بحثیں کیا کرتے تھے)

بیکار مباحثے:

ہم انسانیت کی خدمت کرنے کے بجائے فلسفیانہ موشگافیوں اور دوراز کار بحثوں میں پڑ گئے، اور کمزوروں کو کمزور رکھ کر ان کا خون چوسنے کے فلسفے کے جواز میں بڑی بڑی بحثیں کرنے لگ گئے۔ حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ بیکاروں (The unemployed) کو کام پر لگانے کے ذرائع پر غور کرتے اور جو لوگ خدا سے تعلق جوڑنا بھول گئے ہیں ان کو اس طرف متوجہ کرتے اور انہیں علم دیتے۔

(۴۶) وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوۡمِ الدِّيۡنِ (اور ہم جزاء اعمال کے وقت کا انکار کرتے تھے)

(۳) **اعمال کی ذمہ داری سے انکار**: یہ سب کچھ اس لئے کرگزرتے تھے کہ ہم اس کمزور، محتاج اور مظلوم کی اپیل کے نتائج اور آخری فیصلے کے دن کا یقین نہ رکھتے تھے اور ہم اپنے آپ کو اپنے اعمال کے لئے کسی کے آگے جواب دہ نہ سمجھتے تھے۔ اگر کوئی ہم سے اس ذمہ داری اور جوابدہی کا ذکر کرتا اور یاد دلاتا تو ہم اسے جھٹلاتے تھے۔

(۴۷) حَتّٰۤى اَتٰٮنَا الۡيَقِيۡنُ (یہاں تک کہ آگئی یقینی بات)

ہم سمجھتے تھے کہ یہ لوگ ہمارے پنجے میں ہیں ان سے جس طرح چاہیں کام لیں اور ہماری اس حالت میں کبھی

---

[1] ان دونوں آیتوں کے مضمون ---- نماز اور اطعام مسکین---- کو قرآن حکیم میں اَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ کے جملے کے ذریعے سے سینکڑوں مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

انقلاب نہ آئے گا، لیکن انقلاب تو یقینی تھا مگر ہم اسے یقینی نہ جانتے تھے، آخر موت وہلاکت کے انقلاب نے ہماری آنکھیں کھول دیں!

(۴۸) فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ: (ایسے لوگوں کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہیں دیتی)

چونکہ فطرت مسخ ہو چکی ہے اور انسانیت کے اصلی جوہر خراب ہو چکے ہیں اس لئے جب تک وہ تمام زہر جو نسمے میں گھس گیا ہے خارج نہ کیا جائے ترقی محال ہے۔ اس سلسلے میں کسی کی سفارش بھی کام نہیں دیتی۔

دوبارہ انذار:

اب پھر انقلاب کے مخالفوں کو غور وفکر کی دعوت دی جاتی ہے، کہ وہ سوچیں اور سمجھیں اور اس انقلاب کو قبول کریں۔

(۴۹) فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ (پھر کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ اس یاددہانی (قرآن حکیم) سے روگردانی کر رہے ہیں)

پہلی آیت میں جو آیا تھا کہ "قُمْ فَاَنْذِرْ" اس کے مطابق یہ انذار (ڈراوا) ہے، اور انہیں یاد دلایا گیا ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن حکیم کا انقلاب ٹل جائے گا، یہ ہو کر رہے گا! اور مخالفین کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے گی، ان کو چاہئے کہ اسے فوراً قبول کرلیں اور اس سے اعراض کر کے نقصان نہ اٹھائیں۔

(۵۰) كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (گویا گدھے ہیں بدکنے والے)

انقلاب کی تمثیل:

یہ ارتجاعی لوگ (Reactionaries) آگے بڑھنا شیر کے منہ میں جانے کے برابر سمجھتے ہیں۔

(۵۱) فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ (بھاگتے ہیں شیر سے)

یہ اس آنے والے انقلاب کے تصور سے اس طرح ڈرتے ہیں، جیسے گدھا شیر سے دہشت کھاتا ہے۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ آخر اس انقلاب سے عوام کو فائدہ پہنچ رہا ہے تو کیا یہ رک سکتا ہے؟ پھر مساکین اور یتامیٰ کی حالت کی اصلاح کرنا انسانیت کا لازمی جزو ہے۔ یہ اس سے کیوں بھاگتے ہیں؟ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ انقلابی تعلیم انسان میں شیری پیدا کر دیتی ہے، وہ ہر چیز سمجھتا ہے اور اپنے فیصلے سے آگے بڑھتا ہے۔

نہ خورد شیر نیم خوردۂ سگ ور ز سختی بمیرد اندر غار

(کتے کا بچا ہوا، کبھی بھی شیر نہیں کھاتا، اگرچہ وہ بھوک سے مر ہی جائے۔۔۔)

قرآن حکیم ان کو خود سوچنے کی دعوت دیتا ہے اس سے اعراض کرنا گدھا پن ہے، مگر جو جھوٹا کھانے کی غلاظت میں مبتلا رہنا چاہیں اور خود غور و فکر نہ کریں وہ بھلا قرآن حکیم کی کیا قدر کر سکتے ہیں؟

(۵۲) بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً (بلکہ ان میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ اسے الگ الگ صحیفہ دے دیا جائے)

نراج پیدا نہیں ہونے دیا جائے گا:

صحیح عالمگیر انقلاب تو ساری انسانیت کو ایک نظام میں منسلک کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی تعلیم تمام انسانیت کے لئے یکساں مفید ہوتی ہے۔ لیکن یہ سرکش چاہتے ہیں کہ ان کی مرضی کے مطابق ان میں سے ہر ایک کو الگ الگ پروگرام یا چارٹر (Charter) دیا جاتا، تاکہ اس کی نفسانی خواہشیں پوری ہوتی رہتیں۔ یہ لوگ اجتماعی نظام کے اندر آ کر انقلاب برپا کرنا چاہتے ہی نہیں، کیونکہ اس انقلاب سے ان کی ذات خاص کو خصوصی فائدہ نہ ہوگا۔

یہ نراج (Anarchism) ہے اور یہ نراجی (Anarchists) اس اجتماعی پروگرام کو قبول نہیں کرتے۔ کیونکہ یہ مساوات اور عدل کی دعوت دیتا ہے اور یہ اپنے لئے زراندوزی۔۔۔ اور انتفاع کا چارٹر، (Charter for Exploitation) چاہتے ہیں۔

(۵۳) كَلَّا (ہرگز نہیں)

انہیں کوئی انفرادی پروگرام نہیں دیا جا سکتا، یہ غیر طبعی مطالبہ ہے۔ یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ اس سے نراج (Anarchy) پیدا ہوجاتا ہے۔ اور کوئی منظّم انسانی معاشرہ (Organised Human Society) پیدا نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ فرد کی ترقی کا راستہ اجتماع سے ہو کر گزرتا ہے۔ اس لئے تعلیم ایسی ہونی چاہئے جس سے اجتماعیت (Society) پیدا ہو۔ اور اسے ترقی حاصل ہو۔ ایک ایک انسان کو جداگانہ ہدایت نامہ دے دیا جائے تو، یہ انفرادی اور اجتماعی ترقی کس طرح ممکن ہے؟

فائدہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم پارٹی بنانا چاہتا ہے، وہ ایک ایک انسان کو الگ الگ سمجھانے کی ذمہ داری قبول نہیں کرتا۔

بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ (بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں)

یہ لوگ جو انفرادی انتفاع (Individual Exploitation) کا چارٹر (Charter) چاہتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی نفسی ضروریات (Psychological Necessities) سے غافل ہیں۔ انہیں معلوم

ہونا چاہیئے کہ خدا کے ساتھ تعلق قائم نہ کرکے اور مساکین اور غربا سے ناجائز انتفاع (Exploitation) کرکے اپنے نفس کے اندر ایسے خوفناک زہر جمع کر رہے ہیں، جو مرنے کے بعد پھوٹ نکلیں گے اور انہیں اس طرح عذاب میں مبتلا کردیں گے جس طرح آتشک یا سوزاک یا جذام کا زہر جسم میں جمع ہو تو حالت سازگار ہوتے ہی جسم میں سے پھوٹ نکلتا ہے اور مریض کی زندگی کو مبتلائے عذاب کردیتا ہے۔ ایسے ہی یہ اپنے جسموں کے اندر انسانیت کشی کے مختلف اعمال کے ذریعے سے جو زہر جمع کر رہے ہیں وہ جہنم کی موافق ''آب و ہوا'' میں ان کے جسموں سے پھٹ نکلے گا اور ان کی زندگی ایک دائمی عذاب بن جائے گی۔ جس طرح مرنے کے بعد ان سے فطرت انسانی جواب طلبی کرے گی اور انہیں عذاب میں مبتلا کرے گی۔ اسی طرح اس دنیا میں انقلابی جماعت ان سے جواب طلبی کرے گی اور ان کو مبتلاء عذاب کرے گی۔

انقلاب سوسائٹی کے اندر سے پیدا ہوتا ہے :

کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ یہ آنے ولا انقلاب بیرونی اثرات کا نتیجہ ہوگا؟ یا آنے والا عذاب جہنم ان کے نفسوں کے باہر کی قوتیں پیدا کریں گی؟

(۵۴) كَلَّآ (ہرگز نہیں)

بلکہ وہ انقلاب خود ان کے اپنے نفسی حالات پیدا کر رہے ہیں، اگر ان کی ذہنیت درست ہوتی اور یہ سب کے ساتھ انصاف کرتے ہوتے تو یہ انقلاب نہ آتا۔

اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ (اب بھی قرآن حکیم جو آیا ہے تو ان کی یاددہانی کے لئے آیا ہے)

قرآنی انقلاب کے تجربے کی دعوت :

اگر یہ لوگ اپنی خفیہ انسانیت کو بیدار کرلیں اور انقلاب کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوں، تو ان کے لئے اچھا ہے۔ قرآن حکیم ان کو ان کی بھولی ہوئی انسانیت یاد دلانے آیا ہے اور وہ بتاتا ہے کہ انسانیت کے متعلق ان کے کیا فرائض ہیں۔

(۵۵) فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ، (جو کوئی چاہے اسے یاد کرے)

عیاں راچہ بیان

انسان آج بھی انسانیت کو بروئے کار لاکر دیکھ لے، تو اسے معلوم ہوگا کہ قرآن کی تعلیم اس کے لئے کس قدر

مفید ہے اور اس کی تعلیم، روح کے کس قدر مناسب حال ہے۔ جب وہ دنیا میں اس تعلیم کے نتائج حاصل کر کے کامران ہوسکتا ہے، تو یہی نتائج زیادہ واضح طور پر حیات مابعد الممات (The Life Hereafter) میں اسے حاصل ہو جائیں گے، اس لئے جو شخص دنیوی اصلاح اور اخروی فلاح حاصل کرنی چاہتا ہے، وہ اس انقلابی پروگرام کو قبول کرلے جو کسی خاص انسان یا خاندان کی ترقی کا کفیل نہیں ہے، بلکہ ساری نوع انسانی کی سعادت کا ذمہ دار ہے۔

(۵۶) وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ (مگر اس سے وہ اسی صورت میں نصیحت پاسکتے ہیں کہ اللہ چاہے)

جو لوگ اس یاددہانی سے فائدہ اٹھاسکتے ہیں، وہ مشیت الٰہی اور حکمت الٰہی پہلے سے معین کر چکی ہے۔ وہی اس کام کو بجالائیں گے۔ جو لوگ قرآن کی ہدایت سے ہدایت یاب ہوتے ہیں، وہ اتفاقاً نہیں ہو جاتے۔ بلکہ یہ طے شدہ فیصلے ہیں کہ جن اشخاص میں فلاں فلاں باتیں ہوں گی وہی ہدایت پائیں گے۔ پس انسان کو اپنے اندر وہ شرطیں پیدا کرنی چاہئیں تب وہ ہدایت پاسکتا ہے۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ (وہ تقویٰ کا اہل ہے اور وہ مغفرت کا اہل ہے)

انقلاب عدل قائم کرے گا:

اس کی مشیت اور حکمت کے مطابق یہ دو قسم کے لوگ ہدایت پاسکتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں کہ تقویٰ کے معنی اس آیت میں بیان کی گئی ہے: اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

(بیشک اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے، اور یہ کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ان کا حق دو۔ اور فحشاء اور منکر سے اور بغاوت سے منع کرتا ہے)

اس آیت کی رو سے تقویٰ میں عدل شامل ہے۔

پس جو لوگ اپنی استعداد کے مطابق عدل کرتے ہیں، وہ جب عدل کامل کی تعلیم پاتے ہیں تو اسے فوراً قبول کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن حکیم سے انتباہ حاصل کر سکتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جو بے سوچے سمجھے حق کی مخالفت کر بیٹھتے ہیں، مگر اپنے ظلموں پر اصرار نہیں کرتے۔ جب انہیں متنبہ کیا جاتا ہے تو وہ باز آجاتے ہیں یہ اہل مغفرت ہیں۔

قرآن حکیم ان دو قسم کی ذہنیت کے لوگوں کو بیدار کرے گا۔

خداوند تعالیٰ سے ہرگز یہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ وہ انصاف کو چھوڑ کر کسی انسان کو بخش دے گا، کیونکہ وہ خود اہل تقویٰ یعنی عادل ہے۔ البتہ اگر انسان ایک جگہ غلطی کرے مگر متنبہ ہو کر دوسرے موقع پر اعلیٰ درجے کی

نیکی کرے تو وہ اسے بخش دیتا ہے، یہ اس کی عدالت کے منافی نہیں ہے، پس اللہ سے معافی مانگنے کے لئے انسان اپنی غلطی کا ازالہ کرے اور کوئی بہتر نیکی کرے تو وہ بخش دیا جاسکتا ہے۔

خلاصۃ الکلام

(۱) صالح انقلاب پسند کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسانیت کو ترقی دینے والے قانون کے خلاف جو غیر صالح نظام موجود ہو اسے قبول نہ کیا جائے۔ (نمبر ۱۔۳)

(۲) صالح انقلاب پسند ہر قسم کی پاکیزگی کا خیال رکھتا ہے اور اس کا آغاز لباس کی پاکیزگی سے کرتا ہے۔ اور وہ اپنے بدن اور ماحول کو بھی پاک رکھتا ہے۔ (نمبر ۴)

(۳) صالح انقلاب پسند کسی قسم کی خیالی اور علمی ناپاکی کو قبول نہیں کرسکتا۔ اس لئے وہ ہر غیر صالح نظام کا انکار کردیتا ہے۔ (نمبر ۵)

(۴) صالح انقلاب پسند ہر قسم کے انتفاع (Exploitation) کا مخالف ہوتا ہے۔ اور کسی انسان پر کسی قسم کا ظلم نہ خود کرتا ہے اور نہ اسے برداشت کرتا ہے۔ (نمبر ۶)

(۵) صالح انقلاب پسند تادم مرگ محض خدا پر بھروسہ کرکے کام کرتا ہے اور مشکلات سے گھبرا کر اپنے لائحہ عمل پر شک کرنے نہیں لگ جاتا۔ (نمبر ۷)

(۶) قرآن کا انقلاب سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ (نمبر ۸ تا نمبر ۲۵)

(۷) اس ذہنیت کا انجام دنیا میں ناکامی ہوگا۔ اور مرنے کے بعد کی زندگی میں دردناک عذاب۔ (نمبر ۳۱ تا ۳۶)

(۸) قرآن کی تعلیم بین الاقوامی تعلیم ہے۔ (نمبر ۳۱ تا ۳۶)

(۹) یہ بین الاقوامی تعلیم قومی درجے سے ترقی کرکے بین الاقوامی درجے پر پہنچے گی اور مساکین کی تنظیم کرے گی اور ان کا تعلق اللہ سے قائم کرے گی۔ مخالفین ناکام رہیں گے۔ (نمبر ۳۷ تا ۵۶)

نظر بازگشت
مُزّمّل اور مدّثّر کا تقابل

یہ دونوں سورتیں۔۔۔۔ المزمل اور المدثر۔۔۔ مکی دور کی ابتدائی سورتیں ہیں۔ اور حضرت نبی اکرمؐ کے منصب نبوت پر قائم ہونے کے پہلے ہی سال میں اتری ہیں۔ ان دونوں کے مضامین باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک

دوسرے کا تتمہ معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ جو چیزیں مزمل میں مفصل ہیں ان کی طرف مدثر میں اجمالی اشارات پائے جاتے ہیں۔ اور جو مزمل میں مجمل بیان ہوئی ہیں، ان کو مدثر میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اس انقلابی تعلیم کو روئے زمین پر متمکن کرنے کے لئے ایک جماعت کی ضرورت تھی۔ اس لئے مزمل میں آپ کو رفقاء کی تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کے لئے نماز تہجد۔۔۔۔ قیام شب۔۔۔۔ مقرر کی گئی، تاکہ ان رفقاء کی تیاری، تعلیم و مصاحبت سے کریں۔ اس کے بعد دوسری سورت میں تنزمیل۔۔۔۔ تیاری رفقاء۔۔۔۔ کی غرض بیان کردی گئی۔ یعنی یہ کہ آپ دنیائے انسانیت سے ہر قسم کے ظلم کو محو کریں گے اور معاشرہ انسانی کو ہر قسم کی پاکیزگی سے معمور کریں گے۔ انسانی زندگی کو بین الاقوامی معیار پر بلند کرنے کے لئے چار اخلاق انسانوں کے اندر پیدا کئے جائیں گے۔ یعنی

(۱) اللہ کی طرف اخبات (جھکنا) رَبَّكَ فَكَبِّرْ

(۲) طہارت وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ

(۳) سماحت وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ

(۴) عدالت وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرْ

ان اخلاق اربعہ کے علاوہ شعائر اللہ۔۔۔۔ وہ چیزیں جن میں تجلیات الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔۔۔۔۔ سے تعلق قائم کرنے کے لئے حکم دیا گیا کہ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ جس سے مراد یہ ہے کہ تعلق باللہ اپنے وسیع ترین معنوں میں صرف قرآن حکیم میں مذکور ہے۔ اس طرح قرآن حکیم کے آنے والے انقلاب کا مجمل خاکہ پیش کردیا گیا ہے۔

یہ انقلاب، جیسے پہلے بیان کیا جاچکا ہے، سرمایہ پرستانہ ذہنیت کے خلاف ہے۔ سورۂ مزمل میں اس کا اجمالی ذکر "وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ" میں کیا گیا تھا۔ لیکن سورۃ مدثر میں اس کا قدرے تفصیلی ذکر آیات نمبر ۱۱ تا نمبر ۲۵ میں کیا گیا ہے اور سرمایہ پرستانہ ذہنیت کا نہایت باریک نفسیاتی تجزیہ کرکے دکھایا گیا ہے کہ اس ذہنیت کا انسان فارغ البال ہونے کے باوجود زراندوزی کرتا ہے اور ذرائع پیداوار کو اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسے اپنی زندگی کا مقصد بنالیتا ہے اور جہاں کسی تحریک سے، جو عوام کے فائدے کے لئے جاری کی جائے اس کے ذاتی مفادات کو ذرا سی بھی ٹھیس پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، وہ اس تحریک کے خلاف عملی اقدامات شروع کردیتا ہے، جس کا آغاز غلط فہمی پیدا کرنے والے پراپیگنڈا سے ہوتا ہے اور انجام، عملی عناد پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات وہ اس عوامی تحریک (Mass Movement) کو روکنے کے لئے متوازی تحریک (Parallel Movement) کے پروگرام بھی وضع کرنے کی ٹھان لیتا ہے، لیکن انقلاب صالح کی تحریک صحیح خطوط پر چل رہی ہو تو مخالف تحریک کبھی کامیاب

نہیں ہوتی اور مخالفین مرنے کے بعد اپنے ساتھ داغ ناکامی لے جاتے ہیں، جو ہمیشہ ان کے لئے سوہان روح بنے رہتے ہیں اور دوسری زندگی میں ان کے لئے المناک عذاب کا باعث بن جاتے ہیں۔

کوئی انقلابی تحریک خواہ کتنی بھی عالمگیر نوعیت کی کیوں نہ ہو، اول دور میں بین الاقوامی عناصر کو جمع نہیں کر سکتی۔ اس کی طبعی رفتار یہ ہوتی ہے کہ ایک خطے کے افراد جو ایک زبان بولتے ہیں ایک صاحب فکر کے گرد جمع ہوتے ہیں۔ اور رفتہ رفتہ مضبوط جماعت بن جاتی ہے۔ یہ بین الاقوامی کام کی مرکزی جماعت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ سورۃ مزمل میں ذرا تفصیل کے ساتھ اور سورۃ مدثر میں اجمال کے ساتھ قرآنی تحریک کے اس پہلو کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بایں ہمہ دونوں سورتوں میں اس تحریک کے اصلی رنگ ۔۔۔۔۔ بین الاقوامیت ۔۔۔۔ کی طرف صریحی اشارے موجود ہیں۔

دونوں سورتوں سے بین الاقوامی تحریک کے جو اصول کار نکلتے ہیں، وہ حسب ذیل معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) تبلیغ و تنظیم

(۲) تعلق باللہ کا قیام

(۳) مساکین کی منظم خدمت

(۴) ظاہری پاکیزگی کا التزام

(۵) خیالات و افعال کی پاکیزگی کا استمرار

(۶) سرمایہ پرستی کا ہر شکل و صورت میں استیصال خواہ وہ ذھنی ہو یا صوری

(۷) انفرادیت کی اجتماع کے ساتھ وابستگی

(۸) انسان میں اپنے افعال و اعمال کی ذمہ داری کے احساس کی بیداری۔

(۹) ہر شخص اپنی ذمہ داری پر انقلاب میں شامل ہو۔

(۱۰) دنیا میں بین الاقوامی انصاف و عدل قائم کرنے کا تہیہ۔

کیا قرآنی انقلابی تحریک کے سوا اور بھی کوئی تحریک کامیاب ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ قرآن ہر ایک انسان کو اس کی ذمہ داری یاد دلاتا ہے۔

فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ؟ کوئی ہے جو خواب غفلت سے بیدار ہو کر، اس انقلاب میں تقدم کرے؟